REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

بسم اللہ الرحمن الرحیم　نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

ولقد نصرکم اللہ ببدرٍ وانتم اذلۃ

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۴۵　شمارہ ۵

ایڈیٹر: منیر احمد خادم
نائب مدیران: قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرح چندہ
سالانہ ۱۰۰ روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
۲۰ پاؤنڈ یا ۳۰ ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک
دس پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

ہفت روزہ بدر قادیان ۱۴۳۵۱۶

۱۱ رمضان المبارک ۱۴۱۶ ہجری　یکم تبلیغ ۱۳۷۵ ہش　یکم فروری ۱۹۹۶ء

اخبارِ احمدیہ

لندن ۳۱ جنوری۔ ایم۔ ٹی۔ اے کے ذریعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ۔

احباب جماعت اپنے جان و دل سے پیارے آقا کی صحت و تندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں معجزانہ کامیابی اور خصوصی حفاظت کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔

رمضان کے مبارک مہینے میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ہندوستانی وقت کے مطابق شام ۵ بجے سے ۶½ بجے تک درس قرآن ارشاد فرما رہے ہیں ان دنوں سورۃ النساء کا درس شروع ہو چکا ہے۔

رسول اللہؐ کی سچی راہ کے سوا اور کسی طرح انسان کامیاب نہیں ہو سکتا

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(۱۵ فروری ۱۹۰۲ء قبل از ظہر ایک صاحب گوڑگانواں سے تشریف لائے ہوئے تھے حضرت اقدس سے شرف بیعت حاصل کیا۔ بعد از بیعت حضرت اقدس نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ)

"ہماری طرف سے تو آپ کو یہی نصیحت ہے کہ مسنون طور پر اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کر کے یہ امر صاف طور پر بیان کر دیا ہے کہ ان کی پیروی کے سوا کوئی راہ اس کی رضا جوئی کی باقی نہیں ہے۔ جو خدا کے فضلوں کا جویاں ہو اسی دروازہ کو کھٹکھٹاتے۔ اس کے لئے کھولا جاوے گا۔ بجز اس دروازہ کے تمام دروازے بند ہیں۔ نبوت ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی۔ شریعت قرآن شریف کے بعد ہرگز نہیں آسکتی۔ مسلمان کو کشوف اور وحی اور الہام کا بھی طالب نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ یہ سب تقویٰ کا نتیجہ ہیں۔ جب جڑ ٹھیک ہوگی تو اس کے لوازم بھی خود بخود آجائیں گے دیکھو جب سورج نکلتا ہے تو دھوپ اور گرمی جو اس کا خاصہ ہیں خود بخود ہی آجاتے ہیں۔ اسی طرح جب انسان میں تقویٰ آجاتا ہے تو اس کے لوازم بھی اس میں ضرور آجاتے ہیں۔ دیکھو جب کوئی دوست کسی کے ملنے کے واسطے جاوے تو اس کو یہ امید تو نہ رکھنی چاہیئے کہ میں اس کے پاس جاتا ہوں کہ وہ مجھے پلاؤ زردے اور قورمے اور قلیے کھلائے گا اور میری خاطر تواضع کرے گا۔ نہیں، بلکہ صادق دوست کی ملاقات کی خواہش ہوتی ہے بجز اس کے اور کسی کھانے یا مکان یا خدمت کی پروا اور خیال بھی نہیں ہوتا۔ مگر جب وہ اپنے صادق دوست کے پاس جو اس سے مہجور تھا جاتا ہے تو کیا وہ اس کی خاطر داری کا کوئی دقیقہ باقی بھی اٹھا رکھتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ جہاں تک اس سے بن پڑتا ہے وہ اپنی طاقت سے بڑھ کر بھی اس کی تواضع کے واسطے مکلف سامان کرتا ہے۔

غرض یہی حال روحانیت اور اس دوست اعلیٰ کی ملاقات کا ہے۔ الہامات یا کشوف وغیرہ خبروں کے سہارے والا ایمان کامل نہیں۔ وہ کم درجہ کا ایمان ہے جو کسی چیز کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ انسان کی غرض اور اصل مدعا صرف رضاء الٰہی اور وصول الی اللہ چاہیئے۔ آگے جب یہ اس کی رضا حاصل کرلے گا تو خدا تعالیٰ اس کو کیا کچھ نہ دے گا۔ خود اس امر کی درخواست کرنا سوء ادب ہے۔

دیکھو! اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ خدا کے محبوب بننے کے واسطے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی ایک راہ ہے۔ اور کوئی دوسری راہ نہیں کہ تم کو خدا سے ملا دے۔ انسان کا مدعا صرف اور صرف اس ایک واحد لاشریک خدا کی تلاش ہونا چاہیئے۔ شرک اور بدعت سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ رسوم کا تابع اور ہوا و ہوس کا مطیع نہ بننا چاہیئے۔ دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی راہ کے سوا اور کسی طرح انسان کامیاب نہیں ہو سکتا۔

ہمارا صرف ایک ہی رسول ہے اور صرف ایک ہی قرآن شریف اس رسول پر نازل ہوا ہے جس کی تابعداری سے ہم خدا کو پا سکتے ہیں۔ آجکل فقراء کے نکالے ہوئے طریقے اور گدی نشینوں کی سیفیاں اور سجادہ نشینوں کی دعائیں اور درود اور وظائف یہ سب انسان کو مستقیم راہ سے بھٹکانے کا آلہ ہیں۔ سو تم ان سے پرہیز کرو۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کی مہر کو توڑنا چاہا۔ گویا اپنی الگ ایک شریعت بنالی ہے۔ تم یاد رکھو کہ قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی پیروی اور نماز، روزہ وغیرہ جو مسنون طریقے ہیں ان کے سوا خدا کے فضل اور برکات کے دروازے کھولنے کی اور کوئی کنجی ہے ہی نہیں۔ بھولا ہوا ہے وہ جو ان راہوں کو چھوڑ کر کوئی نئی راہ نکالتا ہے۔ ناکام مرے گا وہ جو اللہ اور اس کے رسول کے فرمودہ کا تابعدار نہیں۔ بلکہ اور اور راہوں سے اسے تلاش کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۲۴ تا ۱۲۵)

منیر احمد خادم ... ایم۔ اے۔ پرنٹر و پبلشر نے ... پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر ... دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر: نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ یکم تبلیغ ۱۳۷۵ ہش

روزنامہ "جگ بانی" جالندھر کے جواب میں

روزنامہ پنجابی اخبار "جگ بانی" جالندھر کی ۱۵ رجنوری کی اشاعت میں بعنوان۔ "جماعت احمدیہ کی طرف سے ہندوؤں اور سکھوں میں تبدیلی مذہب کی مہم جاری ہے"۔ ایک تفصیلی خبر گورداسپور کی نامہ نگار راجیشوری کے حوالے سے شائع ہوئی ہے جس میں حسد اور بغض کے جذبے کے باعث نہایت جھوٹے طور پر دو قوموں میں پھوٹ ڈالنے اور نفرت پیدا کرنے کی ایک بھیانک سازش رچی گئی ہے۔ جن امور کو رپورٹ میں تحریر کیا گیا ہے ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

★ جماعت نے ہندو اور سکھ مذہب کی کتب سے اپنی سہولت کے مطابق توڑ موڑ کر مواد شائع کیا ہے۔

★ ۱۹۴۷ء میں قادیان میں احمدی فرقہ کی تعداد ۱۳۱۳ تھی جو تبدیلی مذہب کی وجہ سے اب بڑھ کر ۱۸۰۰۰ ہوگئی ہے۔

★ قادیان کے بعض بزرگوں کی نجی زندگی میں توہین آمیز مداخلت۔

جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے تو ہمارا چیلنج ہے کہ کوئی شخص بھی جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے شائع شدہ کوئی ایسا لٹریچر پیش نہیں کر سکتا جس میں کسی بھی مذہب کی مقدس کتاب کی اصل عبارت کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہو۔ یا کسی بھی مذہب کے رہنما کو توہین آمیز کلمات سے یاد کیا گیا ہو۔ بلکہ اس کے مقابلہ پر ہم دیگر مذاہب کے ایسے سکالرز کی عبارتوں کو پیش کر سکتے ہیں جس میں انہوں نے قرآن مجید کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حسین شخصیت کو داغدار کر کے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسری طرف اس تعلق میں جماعت احمدیہ کا کردار ملاحظہ فرمائیں۔ جن لوگوں کو جماعت احمدیہ کے جلسوں میں شامل ہونے کا موقع ملا ہو وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ جماعت احمدیہ اپنے جلسوں میں شری کرشن جی مہاراج، شری رام چندر جی مہاراج، شری گوتم بدھ جی مہاراج۔ شری گورو نانک دیو جی مہاراج کی جے جے کار کے نعرے لگاتی ہے۔ جماعت احمدیہ کے فاؤنڈر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام مذہبی راہنماؤں اور مذہبی کتب کے متعلق جو سنہرے خیالات رکھتے ہیں ان میں سے کچھ نمونے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ شری کرشن جی مہاراج کے متعلق آپ فرماتے ہیں:۔

"شری کرشن اپنے وقت کا نبی اور اوتار تھا۔ اور خدا اُس سے ہمکلام ہوتا تھا۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

"ہم اس بات کا اعلان کرنا اور اپنے اس اقرار کو تمام دنیا میں شائع کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے نبی سب کے سب پاک اور بزرگ اور خدا کے برگزیدہ تھے۔ ایسا ہی خدا نے جن بزرگوں کے ذریعہ سے پاک ہدایتیں آریہ ورت میں نازل کیں اور نیز بعد میں آنے والے جو آریوں کے مقدس بزرگ تھے جیسا کہ راجہ رامچندر اور کرشن یہ سب کے سب لوگ مقدس لوگ تھے۔ اور اُن میں سے تھے جن پر خدا کا فضل ہوتا ہے۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۸۳)

وید مقدس کے متعلق آپ فرماتے ہیں:۔

"ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور اس کے رشیوں کو بزرگ اور مقدس سمجھتے ہیں۔۔۔۔ خدا کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسان کا جھوٹ نہیں ہے۔ انسان کے جھوٹ میں یہ قوت نہیں ہوتی کہ کروڑہا لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے۔"

شری گورو نانک دیو جی مہاراج کے متعلق آپ فرماتے ہیں:۔

"اس بات میں کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ بادا نانک ایک نیک اور برگزیدہ انسان تھے اور اُن لوگوں میں سے تھا جن کو خدائے عزّ وجلّ اپنی محبت کا شربت پلاتا ہے۔"

(پیغام صلح صفحہ ۷، ۸)

مذکورہ خبر میں دوسرا الزام یہ لگایا گیا ہے کہ ۱۹۴۷ء میں قادیان میں احمدی فرقے کی تعداد تیرہ سو تیرہ (۱۳۱۳) تھی جو اب بڑھ کر اس لئے اٹھارہ ہزار ہو گئی ہے کہ سینکڑوں ہندوؤں اور سکھوں کو زبردستی مسلمان بنایا گیا ہے۔ عقل و دانش رکھنے والے انصاف پسند لوگ صاف طور پر سمجھ سکتے ہیں کہ اس خبر کے تانے بانے کو بننے میں کیسے جھوٹے اور تفریق پیدا کرنے والے دماغ کام کر رہے ہیں۔ ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ اس نامہ نگار اور اس کے شرارتی معاونین کا یہ فرض ہے کہ اب وہ ایسے اٹھارہ ہزار ہندو اور سکھ بھائیوں کی فہرست شائع کرے جن کے متعلق باقاعدہ یہ تصدیق ہو کہ قادیان کے احمدیوں نے انہیں زبردستی مسلمان بنایا ہے۔ جبکہ نامہ نگار کو خود اعتراف ہے کہ قرآن مجید زبردستی تبدیلی مذہب کی اجازت نہیں دیتا۔ تو ہم قرآن مجید کو دل وجان سے ماننے کے باوجود دوسروں کو زبردستی اپنے مذہب میں شامل کرنے کا حرام کام کیوں کریں گے۔ اور یہ بات ویسے بھی عقل کے خلاف ہے کہ کسی کو زبردستی اس کے مذہب سے چھڑا کر کسی دوسرے مذہب میں باندھ دیا جائے۔ مذہب کے قبول کرنے کا معاملہ تو دل سے تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ آئے دن ہم اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں کہ کسی مسلمان لڑکے یا لڑکی نے ہندو یا سکھ مذہب قبول کر لیا یا کسی کا دل عیسائیت کی طرف مائل ہو گیا۔ یا بعض ہندو تنظیمیں باقاعدہ ہندو دھرم کا پرچار کرتی ہیں۔ اور مسلمانوں کو ہندو دھرم میں شامل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ چنانچہ تقسیم ملک کے بعد گزشتہ پچاس سال میں بالخصوص پنجاب اور ہریانہ کے علاقوں میں پسماندہ طبقہ کے جو مسلمان باقی رہ گئے تھے ان میں سے ہزاروں مسلمان ہندو یا سکھ مذہب میں شامل کئے جا چکے ہیں جن کے نام اور طرز زندگی ہندوؤں اور سکھوں جیسی ہو چکی ہے۔ اس طرح ہزاروں ہندو اور سکھ ایسے ہیں جو اس دوران رادھا سوامی مشن اختیار کر چکے ہیں اور کئی ہیں جو عیسائی مذہب کو اچھا جان کر عیسائی دھرم میں شامل ہو چکے ہیں۔ تو صاف معلوم ہوا کہ تبدیلئ مذہب کا معاملہ تو دل سے تعلق رکھتا ہے اور باوجود مسلمان ہونے کے ہم نے آج تک ان ہزاروں مسلمانوں کی تبدیلئ مذہب کو کبھی مخالفت کی نظر سے نہیں دیکھا۔ کیونکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ہر انسان کا یہ حق ہے کہ جس مذہب کو وہ سچا جانتا ہے یا جن خیالات کا وہ حامی ہے دوسروں کو اپنے مذہب یا خیالات کی طرف بلائے۔ یہی آزادئ ضمیر اور آزادئ مذہب ہے جس کی اجازت ہر ہندوستانی شہری کو ہندوستان کا آئین بھی دیتا ہے۔ چنانچہ اس بناء پر جماعت احمدیہ ہر اس شخص کو بھی جو دین اسلام کی جستجو یا اس کی واقفیت حاصل کرنا چاہے تحریری اور تقریری طور پر اسلام کا پیغام پہنچانا اپنا اوّلین فرض سمجھتی ہے۔

مذکورہ خبر میں جھوٹے طور پر بعض مثالیں پیش کی گئی ہیں کہ سیتارام ایک بھکاری کو زبردستی مسلمان بنایا گیا تھا۔ کہ وہ مسلمان بننے کے بعد بچے پیدا کر کے اسلام کی خدمت کرے۔ مزید الزام لگایا گیا ہے کہ بعد میں سیتارام کو اتر پردیش بھجوا دیا گیا۔ جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ سیتارام امروہہ کی ایک مسلم فیملی کا لڑکا تھا جو سالہا سال تک گمشدہ رہا۔ وہ مسلمان لڑکا یہاں قادیان میں کس طرح پہنچا پھر وہ کس طرح سیتارام بن گیا اور پھر کیسے پاگل ہو گیا، یہ مسئلہ آج تک حل طلب ہے۔ بالآخر اس کے مسلمان ماں باپ کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ اسے لے کر امروہہ چلے گئے جو آج بھی امروہہ کے محلہ قریشی میں موجود ہے۔ جو چاہے اس واقعہ کی تصدیق کر سکتا ہے۔ یہ ہے سیتارام کا قصہ جسے نہایت جھوٹے طور پر گھڑا گیا ہے۔ جہاں تک نیلم کماری کو مسلمان بنانے کے ڈرامائی قصے کا تعلق ہے تو اسے قادیان کا ہر انصاف پسند شہری اچھی طرح جانتا ہے۔ چونکہ نیلم کماری کا مقدمہ عدالت میں زیر کارروائی ہے۔ اس لئے اس تعلق میں عدالت کے فیصلے تک ہم کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں آئے دن اس طرز کے ہزاروں واقعات ہوتے رہتے ہیں کہ

(باقی دیکھئے صفحہ ۱۵ پر)

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
شریف جیولرز
پروپرائیٹرز:
محمد حنیف کامران
حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان
PHONE:- 04524 - 649.

ارشاد نبوی
اَدُّوا زَکٰوۃَ اَمْوَالِکُمْ
(تم اپنی زکوٰۃ ادا کیا کرو)
منجانب:۔
یکے از اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

طالبانِ دعا:۔
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
۱۶۔ مینگولین۔ کلکتہ۔ ۷۰۰۰۰۱
فون نمبر:- ۲۲۸۵۲۲۲
۲۲۸۱۶۵۲
۲۲۳۰۷۹۴

خطبہ جمعہ

میں وہ دن دیکھ رہا ہوں جب اس صدی سے پہلے کروڑوں کی تعداد میں ایک ایک سال میں احمدی ہوں گے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ایک ایک احمدی کو کاموں میں لپیٹ لیں

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۲۲ ستمبر ۱۹۹۵ء مطابق ۲۲ تبوک ۱۳۷۴ ہش بمقام نن سپیٹ ہالینڈ

خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ جب سے دعوت الی اللہ کے کام میں بیدار ہو کر مصروف ہو گئی ہے مولویوں کے کیمپ میں تو گویا کھلبلی مچ گئی ہے۔ پہلے یہ کہا کرتے تھے کہ یہ بہت آگے بڑھ رہے ہیں بہت تیزی سے ترقی کر رہے ہیں کچھ فکر کرو اور کچھ پیسے دو کچھ ہم بھی کام کریں مقابل پر ہمیں بھی کچھ نہ کچھ کر کے دکھانا ہو گا۔ اور اب کہہ رہے ہیں کہ سب گپیں مار رہے ہیں بالکل ترقی نہیں کر رہے صرف ہماری ترقی سے حسد کرتے ہوئے اب انہوں نے بوکھلا کے یہ باتیں شروع کر دیں کہ ہم بہت ترقی کر رہے ہیں۔ یہ جو اچانک پلٹا کھایا ہے انہوں نے، یہ اس بات کا غماز ہے کہ بہت گہری چوٹ پڑی ہے۔ بھنا گئے ہیں، ابھی تک ان کو ہوش نہیں آ رہی کہ ہم کریں تو کیا کریں، کس طرح احمدیت کے رستے روکیں۔ لیکن جتنا یہ رستے روکنے کی کوشش کریں گے یہ قطعی یقینی بات ہے اٹل ہے کہ اتنا ہی تیزی سے جماعت اور زیادہ ترقی کرتی چلی جائے گی۔ اب تو ان کی حسرتوں کے دن آ رہے ہیں جو بڑھتے چلے جائیں گے اب تو ہماری مرادیں پانے کے دن آ رہے ہیں اور مرادوں والی راتیں آ رہی ہیں۔ دن بھی ترقی ہو گی اور رات بھی ترقی ہو گی اور ہوتی چلی جائے گی کوئی دنیا کی طاقت نہیں جو اس تقدیر کو اب بدل سکے۔ وہ آثار ہم دیکھ رہے ہیں کس رفتار سے اللہ تعالیٰ ہمیں آگے بڑھا رہا ہے اور آگے بڑھاتا چلا جائے گا۔ اب تو لاکھوں پر خوشی ہو رہی ہے میں وہ دن دیکھ رہا ہوں جب اس صدی سے پہلے کروڑوں کی تعداد میں ایک ایک سال میں احمدی ہوں گے اب فکر ہے تو سنبھالنے کا فکر ہے۔ مجھے تو بس یہی ایک فکر لگا رہتا ہے کہ ان آنے والے مہمانوں کو سنبھالیں کیسے، کس طرح ان کی عزت افزائی بھی کریں اور ان کو اپنی ذمہ داریاں بھی سمجھائیں تاکہ یہ ہمارے ساتھ DEADWEIGHT کے طور پر نہ چلیں بلکہ بوجھ اٹھانے والے ساتھی بن جائیں۔ کیونکہ جتنی آئندہ رفتار میں ترقی دکھائی دے رہی ہے اسی رفتار کے ساتھ ہمیں بہت سے کارکنوں کی ضرورت ہے جو ان کو سنبھالیں، ان کو ساتھ لے کر چلیں اور نئے آنے والوں میں سے ہمیں لازماً وہ تیار کرنے ہوں گے

اس وجہ سے میں بہت دیر سے زور دے رہا ہوں کہ اگر آپ نئے آنے والوں کی تربیت کرنا چاہتے ہیں تو ان پر کام کے بوجھ ڈالیں۔ میرا لمبا تجربہ ہے کہ جماعت احمدیہ میں جو پیدائشی احمدی بھی ہوں جب تک ان پر کام کے بوجھ نہ ڈالے جائیں وہ چمکتے نہیں۔ انکی صلاحیتیں خوابیدہ رہتی ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے کنارے کے احمدی ہیں ان سے بھلا کیا کام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ عجیب فطرت رکھی ہے کہ مومن پر جتنا بوجھ ڈالا جاتا ہے وہ اتنا ہی ترقی کرتا ہے اور بوجھ بھی

ایک ایسا بوجھ ہے جس کو اٹھا کر وہ زیادہ ہلکے قدم ہو کر اور بھی تیزی سے چلتا ہے۔ اس سے پہلے اس کے قدم بوجھل ہوتے ہیں اس کا دل بھاری ہوتا ہے اس کو نماز کی طرف بھی بلاؤ تو بوجھل قدموں سے آتا ہے لیکن جب وہ اس قابل ہو کہ اس پر نماز پر لانے کی ذمہ داری ڈالی جائے تو پھر وہ ہلکے قدموں سے دوسروں کو لینے کے لئے چلتا ہے اور تھکتا نہیں، دن کو بھی یہ کام کرتا ہے رات کو بھی یہ کام کرتا ہے۔ پس بوجھ میں جو دین کا بوجھ ہے، خصوصیت سے جو اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرائض کا بوجھ ہے حقیقت یہ ہے کہ مومن پر وہ بوجھ، بوجھ نہیں ہوتا بلکہ اسے اور بھی زیادہ ہلکا کر دیتا ہے، اس کی زندگی میں ایک ترو تازگی پیدا ہو جاتی ہے، اس کے سانس ہلکے ہو جاتے ہیں، لطف آتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو مذہب سے دور ہوں جن کو مذہب سے آشنائی نہ ہو جن کو خدا کا تعارف نہ ہو جن کو اللہ سے محبت نہ ہو ان کے لئے قرآن ایک دوسری مثال پیش کرتا ہے۔ ان کو جب نیک کاموں کی طرف بلایا جائے تو اس طرح چڑھتے ہیں جیسے دل کا مریض سیڑھیاں چڑھ رہا ہو اور اس کی سانس تنگ سے تنگ تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس کا سینہ بوجھل ہو جاتا ہے تو دیکھو ان دونوں میں کتنا فرق ہے ایک وہ ہیں کہ جن پر جب بوجھ ڈالے جائیں تو وہ اور زیادہ ہلکے قدموں کے ساتھ، خوشی کے ساتھ، ذوق شوق سے آگے بڑھتے ہیں اور مزید کا مطالبہ کرتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کو معمولی کاموں کی طرف بلاؤ تو تب بھی ان کے دل بھاری ہو جاتے ہیں۔

اب تو ہماری مرادیں پانے کے دن آرہے ہیں اور مرادوں والی راتیں آرہی ہیں۔ دن بھی ترقی ہوگی اور رات بھی ترقی ہوگی اور ہوتی چلی جائے گی۔ کوئی دنیا کی طاقت نہیں جو اس تقدیر کو اب بدل سکے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ جو نظام مقرر کیا ہے اس کے ساتھ ایک دعا بھی جاری فرمائی ہے اور وہ دعا یہ ہے۔ "ربنا لا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ" کہ اے ہمارے اللہ، اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالنا جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہوں۔ اب یہ مضمون پہلے بھی میں کھول چکا ہوں اس وقت جو باتیں پہلے کر چکا ہوں ان کو نہیں دہراؤں گا۔ صرف یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اس سے غلط فہمی شاید پیدا ہو جاتی ہے کہ مومن بوجھ سے بھاگ رہا ہے اور اسے خوف ہے کہ اللہ اس کی طاقت سے

بڑھ کر بوجھ ڈال دے گا۔ طاقت کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ استطاعت اور چیز ہے اور طاقت اور چیز ہے۔ ایک انسان جو بہت زیادہ کھانے کی استطاعت رکھتا ہو جب بیمار ہو جائے تو بہت تھوڑا کھانے کی طاقت رکھتا ہے۔ ان دو چیزوں میں بہت فرق ہے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ استطاعت سے بڑھ کر بوجھ ڈال دے ہاں جتنی استطاعت عطا فرمائی ہے ہم اسے استعمال نہ کر رہے ہوں اور کمزور ہو رہے ہوں۔ ہمیں ٹانگیں دی ہیں ہمیں بازو دیئے ہیں ہم ان کو استعمال نہ کریں اور عدم استعمال کی وجہ سے ایسے لاغر ہو جائیں کہ اگر لمبا عرصہ استعمال چھوڑ دیں تو بعض دفعہ لوگوں کو ہمیں اٹھانے کے لئے پھرنا پڑے گا۔ اگر بچوں کو چلنے کی تربیت نہ دی جائے تو آٹھ دس سال کی عمر تک۔ اسی طرح رہنے دیں تو پھر ان کو چلنا آئے ہی نہ پھر۔ اگر بولنے کی تربیت نہ دی جائے تو اس پر سائنس والوں نے تجربے کئے ہیں کہ اگر گیارہ بارہ سال تک صلاحیتوں کے باوجود، استطاعت کے باوجود بچے کی طاقت کو استعمال نہ کیا جائے اور اسے تربیت نہ دی جائے تو اس کے بعد پھر کبھی سیکھ ہی نہیں سکتا، اس کی صلاحیت مر جاتی ہے۔ پس یہ وہم دل سے نکال دیں کہ آپ کو خدا نے یہ دعا سکھائی ہے کہ ہماری استطاعت سے بڑھ کر بوجھ نہ ڈالنا، یہ دعا نہیں، یہ تو خدا تعالیٰ کے لئے ایک دشنام دہی ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ اللہ ایسا عقل سے خالی ہے کہ وہ لوگوں پر جتنی استطاعت کا ان کو بنایا ہے اس سے بڑھ کر بوجھ ڈالتا پھرے، یہ تو خدا تعالیٰ کی ہستی پر الزام ہے، یہ دعا نہیں ہے اس لئے یاد رکھیں کہ "لا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ" میں مراد یہ ہے کہ تو نے ہمیں بہت استطاعتیں بخشی ہیں غیر معمولی صلاحیتیں عطا کی ہیں ہم ایسے نکمے ہیں کہ انہیں استعمال نہیں کر سکے جس کی وجہ سے سر دست ہم میں طاقت نہیں ہے۔ اس کے بعد اسی لئے مغفرت کا مضمون شروع ہوا ہے۔ "ربنا لا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا" اے خدا ہم سے عفو کا سلوک فرما ہمیں بخش دے، جو ہم سے غلطیاں ہوئی ہیں، کوتاہیاں ہوئی ہیں، تو نے ہمیں صلاحیتیں عطا کیں اور ہم استعمال نہ کر سکے اور اب ہمیں عادت نہیں رہی۔ اور پھر "وارحمنا" جس طرح کمزور بچے کو جس کو چلنا نہ آئے حالانکہ چلنا چاہیئے آپ جب چلنا سکھائیں گے تو کچھ تکلیف اسے پہنچے گی لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آٹھ سال کے ہو گئے ہو اب تم نے ضرور اتنا ہی چلنا ہے جس طرح باقی بچے چلتے ہیں اگر کسی غلطی سے ماں باپ کی غلطی سے یا کچھ اور معاشرے کی خرابی سے اسے ٹانگیں استعمال کرنے کی طاقت نصیب نہیں ہوئی تو پھر رحم کا معاملہ ہے، پھر شروع میں رحم کیا جاتا ہے اور بچوں کے ساتھ اسی مضمون میں خدا تعالیٰ نے رحم کا مضمون بھی بیان فرمایا ہے اور بوڑھوں کے ساتھ بھی جیسا کہ فرمایا "ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا" دعا سکھائی انسان کو کہ اے اللہ میرے ماں باپ پر اسی طرح رحم فرما جس طرح بچپن میں رحم کے نتیجے میں ہماری تربیت کیا کرتے تھے اور ہماری صلاحیتوں کو اجاگر کیا کرتے تھے

> **میں بہت دیر سے زور دے رہا ہوں کہ اگر آپ نئے آنے والوں کی تربیت کرنا چاہتے ہیں تو ان پر کام کے بوجھ ڈالیں**

پس اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں بخشی ہیں اللہ کا حق ہے کہ ان تمام صلاحیتوں کے مطابق آپ پر بوجھ ڈالے لیکن آپ سے کوتاہی ہوئی، ہم سے کوتاہی ہوئی، ہم ان صلاحیتوں کے باوجود سوتے رہے غفلتوں میں پڑے رہے ان کو استعمال نہ کر سکے اس کے نتیجے میں اب ناطاقتی محسوس کرتے ہیں، تھوڑا سا کام بھی دیا جائے تو بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ اس کا کیا علاج ہے؟ اس کا علاج ایک تو یہ دعا ہے، دوسرے کام ڈالنا ہے کمزوروں پر۔ یہ علاج نہیں ہے کہ کمزوروں کے سپرد کام نہ کیا جائے اور جتنے بھی اچھے ورکر، اچھے کارکن خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو مہیا ہوئے ہیں شاذ ہی ان میں سے ایسے ہوں گے جو بچپن ہی سے اچھے کام کرنے والے تھے، جن کو فطرتاً شروع ہی سے اللہ تعالیٰ نے اس طرف رجحان عطا کیا تھا۔ بڑی تعداد ان میں سے ایسی ہے جو بظاہر نکمے محسوس ہوتے تھے۔ نہ کام کی عادت، نہ کام کا پتہ نہ کام کا تجربہ اور دیکھنے میں لگتا تھا بھلا ان پر بوجھ ڈالو تو کیسے اٹھا سکیں گے اور جب ڈالے گئے تو اللہ نے ان کو طاقت عطا فرمائی اور اس دعا کے ساتھ جب وہ کام کرتے ہیں تو پھر بہت تیزی کے ساتھ ترقی کرتے ہیں۔

تو اگر جماعت کا ایک حصہ فعال نہیں ہے تو ہمارا قصور ہے۔ ان کا قصور ہے جن کو خدا نے فعال ہونے کی طاقت بخشی ہے، جن کو یہ دعا سکھائی ہے، جو ان باتوں کو جانتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ اپنے بھائیوں پر بوجھ ڈالیں اور بوجھ ڈال کر ہی ان کو آگے بڑھائیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ بوجھ ڈالتے وقت آپ بھی تو خدا سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ "لا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ" اے ہمارے رب ہم پر طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہ ڈالنا۔ تھوڑا تھوڑا ڈالیں اتنا کہ وہ خوشی سے اٹھا سکیں اور جب اس کو اٹھائیں گے تو پھر اور کی طلب پیدا ہوگی پھر اور کی طلب پیدا ہوگی۔ وہ لوگ جو ورزش کر کے جسم بناتے ہیں پہلے دن ہی ان کو جسم بنانے کا ویسا شوق نہیں ہوتا بلکہ شروع شروع میں تو بعض تو سمجھتے ہیں کہ ہم کس مصیبت میں پڑ گئے جسم میں کھلیاں پڑی ہوئی اٹھنا بیٹھنا مشکل ...... (اس موقعہ پر ریکارڈنگ کے نظام میں کسی تکنیکی خرابی کی وجہ سے خطبہ کا کچھ حصہ ریکارڈ نہیں ہو سکا۔ مرتب) ایک اعلیٰ مقصد کے لئے اپنی طاقتیں بناتے ہیں اور اس وجہ سے ان کو یہ خطرہ کوئی نہیں کہ محض کام کی خاطر کام کر رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جب وہ کام کرتے ہیں اس کی جزاء بھی ان کو ملتی ہے اور کئی طریقے سے جزاء ملتی ہے۔ اس لئے جب آپ کسی کے سپرد کرتے ہیں تو یہ نہ دیکھا کریں کہ وہ تو ادنیٰ ہے، معمولی ہے، اس کے سپرد یہ کام کیوں کر دیں۔ درحقیقت جب آپ ادنیٰ سمجھ کر کسی کے سپرد کام نہیں کرتے تو آپ کے اندر ایک تکبر کا مادہ ہے اور تکبر کے نتیجے میں ضرور نقصان پہنچتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے پہلی کہانی میں ہی ہمیں یہ سبق سکھایا کہ اللہ نے تو مٹی کے سپرد کام کر دیا اور شیطان نے تکبر سے کام لیا کہ یہ اس ذلیل چیز کے سپرد تو نے کام کر دیا یہ کام کیسے کر سکے گا یہ تو مٹی سے پیدا ہوا ہے، مٹی میں کہاں استطاعت ہے، ہاں آگ میں یہ طاقت ہے اس میں روشنی بھی ہے اس میں جان بھی ہے وہ بڑے بڑے کام کر کے دکھاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے دھتکار دیا کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ کام سپرد کرنے میں مٹی ہونا بھی ایک بہت ہی اہم صفت ہے وہ لوگ جو نفس کے لحاظ سے مٹی ہو چکے ہوں انہی کو استطاعت ملتی ہے کہ ان سے آدم پیدا کئے جائیں۔ پس آپ آدم بنانے والے آدم ہیں کیونکہ خدا کی نمائندگی میں جب خدا نے آپ کو اپنا خلیفہ بنا دیا تو پھر آپ نے آگے اور آدم پیدا کرنے ہیں

> **اللہ تعالیٰ نے یہ عجیب فطرت رکھی ہے کہ مومن پر جب بوجھ ڈالا جاتا ہے تو اور ترقی کرتا ہے اور بوجھ بھی ایک ایسا بوجھ ہے جس کو اٹھا کر وہ زیادہ ہلکے قدم ہو کر اور بھی تیزی سے چلتا ہے۔**

پس اس پہلو سے دو طرح کے کام ہیں جن کو لازماً ہمیں ہر طرف ہر جگہ شروع کرنا ہوگا۔ اول وہ احمدی جو ابھی کمزور ہیں اور بڑی بھاری تعداد ہے

الاّ کی جو کمزور ہیں، جن کو کام کی عادت نہیں ان کے سپرد ذمہ داریاں ہی کوئی نہیں کی گئیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ ایک ایک احمدی کو کاموں میں لپیٹ لیں ایک عام لام بندی ہو جائے جس میں کوئی بھی باقی نہ رہے۔ دیکھو جب امن کا دور ہو تو اس وقت ہر ایک کے لئے فوج میں شامل ہونا ضروری نہیں ہوا کرتا ایک معمولی تعداد ہے جسے شامل کر لیا جاتا ہے۔ مگر جب قوم کی بقاء کا سوال پیدا ہو جب زندگی اور موت کا مسئلہ ہو اس وقت پھر حکومتوں کی طرف سے عام لام بندی کے اعلان ہو جاتے ہیں کہ جو بھی میسر ہے سب کو لپیٹ لو، بڑے بوڑھے چھوٹے سب حاضر ہو جائیں۔

دیکھو جنگ بدر میں بھی تو ایسا ہی وقت تھا سب کو حاضر کر دیا گیا۔ نہ کوئی بوڑھا چھوڑا نہ کوئی جوان نہ بچہ، نہ لولہ نہ لنگڑا، کمزور آنکھوں والے، کمزور جسم والے، ہر قسم کے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ اور وہ مٹی تھی جس مٹی سے خدا نے ایک آدم پیدا کیا اسی مٹی پر جب خدا نے اپنی روح پھونکی تو اس نے بڑے بڑے سورماؤں کے چھکے چھڑا دیئے۔ تو جب مٹی خدا سے اذن پالیتی ہے جب اس میں اللہ کی روح پھونکی جاتی ہے تو پھر آگ کی کوئی پیش نہیں جاتی کہ اس مٹی کو ہلاک کر سکے پس جماعت احمدیہ وہ مٹی ہے جس مٹی سے آئندہ بنی نوع انسان کی تعمیر ہونی ہے، جس مٹی نے از سر نو آدم بنانے ہیں پس اس پہلو سے اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اپنے کمزوروں پر بوجھ ڈالیں، اپنے کمزوروں کے سپرد ذمہ داریاں کریں۔ لیکن جب میں یہ ہدایت کرتا ہوں تو یہ یاد رکھیں کہ اس کے ساتھ ہم نے بعض اور شرائط مقرر کر رکھی ہیں ان کو پورا کئے بغیر ہم کمزوروں پر بوجھ ڈال نہیں سکتے کیوں کہ وہ لوگ جن پر بوجھ ڈالا جائے اور نہ اٹھائیں اور اسے رد کر چکے ہوں ان پر مزید بوجھ ڈالنا جائز نہیں، ان کی طاقت سے بڑھ کر ہے پس اسی لئے میں نے شرط لگا رکھی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآنی تعلیم کی رو سے جو مالی قربانی کا ارشاد فرمایا ہے اگر کوئی اس میں حصہ نہیں لیتا اور استطاعت زیادہ ہے اور تخفیف سے اس کام کو دیکھتا ہے یا اس کے دل کی خساست اس پر غالب آجاتی ہے اور جانتا ہے کہ جو خدا نے دیا ہے خدا کے علم میں ہے کہ میں نے کتنا دیا ہے اس کے باوجود جماعت کے سامنے معمولی رقمیں لکھوا کر سمجھتا ہے کہ میں نے جان بچالی ہے ایسا شخص وہ ہے جس کو اس ذیل میں شمار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی ابھی طاقت نہیں ہے ان پر پہلے تھوڑا تھوڑا بوجھ ڈالو۔ تھوڑا بوجھ ڈالنے کا دوسرا مضمون ہے، جو ان کے حق میں بھاری ہوتا ہے۔

> جب آپ ادنیٰ سمجھ کر کسی کے سپرد کام نہیں کرتے تو آپ کے اندر ایک **تکبر کا** مادہ ہے اور تکبر کے نتیجے میں ضرور نقصان پہنچتا ہے۔

ایسے لوگوں کے متعلق میں نے کہہ رکھا ہے کہ جن کو مالی استطاعت نہ ہو یا قرضوں میں مبتلا ہیں دوسری ضروریات ہیں ہر انسان کے اپنے اپنے حالات ہیں آپ کو بعض دفعہ وہ امیر دکھائی دیتا ہے مگر اس کی ایسی ذمہ داریاں ہیں مثلاً پاکستان میں اس کے رشتے دار ہیں، غریب، بیوہ، بہنیں ہیں وغیرہ وغیرہ اس کو چاہیئے تفصیل نہ لکھے لیکن مجھے صرف اتنا لکھ دے کہ میں اس وقت استطاعت نہیں رکھتا کہ پوری طرح چندہ ادا کر سکوں اور کسی تحقیق کی ضرورت نہیں، کسی عہدیدار کی سفارش کی ضرورت نہیں، جو مجھے لکھے گا۔ میں سو فی صدی بات مان لوں گا لیکن

پھر میری اجازت کے ساتھ وہ اتنا ادا کرے گا جتنا اس کو جماعت نے اس کا وعدہ قبول کرتے ہوئے اس پر ذمہ داری ڈالی ہے وہ پھر اسے ضرور ادا کرنا ہو گا۔ پس ایسے لوگ بھی ہیں جن پر طاقت کے مطابق مالی بوجھ ڈالے جاتے ہیں اس لئے یہ مضمون کلیتہً بے تعلق نہیں ہے۔ لیکن جو سب کچھ ہوتے ہوئے پھر حاضر نہیں ہوتے خدا کا دیا ہوا خدا کے راہ کی خاطر اس کے حضور واپس نہیں کرتے ان کا پھر یہ حق نہیں کہ ان پر دوسرے بوجھ بھی ڈالے جائیں۔ وہ تو اپنی دنیا پر راضی ہیں، دنیا میں رہیں ایسے لوگوں سے کوئی جماعتی خدمات نہیں لینی۔ لیکن جنہوں نے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اپنی جائز ضروریات کے پیش نظر اس جھگڑے میں پڑے بغیر کہ وہ سچ بول رہے ہیں یا نہیں بول رہے جو بھی مجھے کہا میں نے مان لیا، جو اس شرط کو پورا کر دیتے ہیں ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہے، ان کے سپرد ذمہ داریاں کی جا سکتی ہیں، مگر عہدے نہیں۔ ان دو چیزوں میں بڑا فرق ہے۔ اس لئے میں بات کھول رہا ہوں کہ اب یہ عام سلسلہ چلے گا، کثرت کے ساتھ جماعت میں لوگوں پر ذمہ داری ڈالی جائے گی جن پر پہلے نہیں تھی یہ بات خوب کھل جانی چاہیئے کہ میری کیا مراد ہے ایسے لوگوں پر کام کی ذمہ داریاں ڈالیں مگر عہدے اس لئے نہیں کہ جو عہدیدار ہے اس کو ایک نمونہ ہونا چاہیئے اس پر حرف نہیں ہونا چاہیئے۔ جو اس کے ذاتی معاملات ہیں وہ خدا کی نظر میں ہیں ہمیں اس سے غرض نہیں ہے۔ جب تک خدا کسی پرستاری کے پردے رکھتا ہے کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ جھانکے کہ اس کے گھر میں دیکھے اگر ایسا کرے گا تو خدا خود اس کو بے پردہ کر دے گا۔ اس لئے جہاں تک ظاہر کا تعلق ہے اگر کوئی شخص ظاہر کی شرائط پوری کرتا ہے اور عام طور پر دین دار اور متقی دکھائی دیتا ہے اور مالی قربانی میں حسب استطاعت حصہ لیتا ہے اور اگر کمزوری ہے تو پھر اپنی ناطاقتی ظاہر کر کے طاقت کے مطابق بوجھ اٹھانے کا وعدہ کرتا ہے تو ایسے شخص پر ذمہ داری ڈالی جا سکتی ہے۔ مگر جب عہدیدار بنایا جائے تو پھر سب کی نظر ہوتی ہے اور لوگ دیکھتے ہیں کہ کس قسم کا عہدیدار ہے۔ اگر وہ مالی قربانی میں پیچھے ہے تو یہ اچھا نمونہ نہیں ہوتا، جماعت پر بد اثر پڑتا ہے۔ اس مجبوری کے پیش نظر یہ میں اعلان کر رہا ہوں، پہلے بھی کہہ چکا ہوں، کہ عہدوں کو چھوڑ کر دوسرے کام سپرد کریں۔ اور اگر آپ کام سپرد کریں گے تو کاموں کی برکت سے پھر ان کے دل بھی کھلیں گے اور ان کی دوسری کمزوریاں بھی دور ہوں گی کیوں کہ ایک حصے میں طاقت پیدا ہو تو اس سے دوسرے حصے میں بھی بسا اوقات طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

تو اس پہلو سے لازم ہے کہ ہم جماعت میں زیادہ سے زیادہ کارکن پیدا کریں کیوں کہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بہت بڑے بڑے بوجھ پڑنے والے ہیں اور ان کے لئے جو ہم دعا مانگتے ہیں کہ ہماری طاقت سے بڑھ کر ہم پر بوجھ نہ ڈال تو یہ مراد نہیں ہے کہ طاقت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی۔ دراصل یہ وہ مضمون نہیں ہے جو میں نے کہا تھا کہ کم کی دعا مانگی جا رہی ہے۔ اصل میں دعا مانگی جا رہی ہے زیادہ سے زیادہ کی۔ ہماری جتنی طاقت ہے اتنا بوجھ ڈال دے اور جب طاقت کے مطابق بوجھ پڑے تو طاقت ضرور بڑھتی ہے اگر استطاعت سے زیادہ نہ ہو تو۔ اگر استطاعت سے زیادہ بوجھ ہو تو طاقت ٹوٹ جاتی ہے اور انسان کا جسم اس زیادہ بوجھ سے پارہ پارہ ہو جاتا ہے اس میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

اس لئے دعاؤں کے مضمون کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا ہماری طاقت کے مطابق بوجھ ڈال دے ہم پر، ہم حاضر ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی اگر ایک دن

میں بیس میل چل سکتا ہے تو یہ دعا کر رہا ہے کہ اے خدا بیس میل ضرور چلا، اس سے زیادہ نہیں۔ لیکن جو بیس میل چلے گا اس کی طاقت بڑھ جائے گی اور یہ دعا اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ اگلی منزل پر یہ دعا پھر حاضر ہو جائے گی، اس کو پکڑ لے گی کہ تم نے تو یہ کہا تھا کہ مجھے طاقت کے مطابق بوجھ ڈال تو اب تیری طاقت تیس میل ہو چکی ہے، اٹھ اور تیس میل چل کے دکھا۔ اور جب وہ تیس میل چلے گا تو پھر جب تک استطاعت کا آخری کنارہ نہیں آتا اس کی طاقت بڑھتی رہے گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سے مطالبے بھی بڑھتے چلے جائیں گے۔

پس اس پہلو سے جماعت کی تربیت کرنے میں لازم ہے کہ ہم سب احمدیوں پر طاقت کے مطابق بوجھ ڈالیں اور یہ نہ ہو کہ یہ فعال حصہ ہے، یہ غیر فعال حصہ ہے۔ غیر فعال پر جب ذمہ داری ڈالی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دل میں ایمان ہے اور دین کی محبت تو ضرور موجود ہوتی ہے اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے اور پھر ایسے لوگوں کو طاقت کے مطابق ہی نہیں، پھر طاقت کو بڑھا کر، پہلی طاقت سے بہت بڑھ کر بوجھ اٹھانے کی توفیق بخش دیتا ہے۔ پس ایک تو یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی عددی طاقت کو حد استطاعت تک استعمال کر دیں۔ جتنی ہماری عددی طاقت ہے اس وقت اس کا پانچ فیصد یا دس فیصد استعمال ہو رہا ہے۔ اگر تمام نومبائعین کو شامل کر لیا جائے تو ہو سکتا ہے دو فیصد استعمال ہو رہا ہو، اور جو بھی خدا تعالیٰ ہمیں پھل عطا فرما رہا ہے یہ تمام عالمی جماعت کے دو فیصد کا نتیجہ ہوگا یا مالی لحاظ سے اگر دیکھیں تو شاید پانچ فیصد کا نتیجہ ہو۔ کیونکہ اگر ہم ایک کروڑ ہیں تو ساری دنیا میں کل چندہ دہندگان ہر طرح کے ملا کر پانچ لاکھ سے زیادہ نہیں۔ اگر چار لاکھ ہیں تو پھر چار فیصد ہے جو حصہ لے رہا ہے لیکن چندے میں یہ جو فیصد ہے اس کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔ یہ تعداد گنتے ہیں تو اس میں نہ کمانے والے بچے بھی گن لئے جاتے ہیں اور اس کے علاوہ عورتیں ہیں جو خود گھر چلانے کی ذمہ داری ادا کر رہی ہیں، کما تو رہی ہیں مگر اور رنگ میں کما رہی ہیں۔ وہ اپنی محنت کا پھل کھا رہی ہیں مگر خاوند کے مال پر گھر چلتا ہے اس لئے لگتا یہ ہے کہ صرف خاوند کما رہا ہے۔ وہ بھی کچھ نہ کچھ چندہ ضرور دیتی ہیں مگر بچے تو اکثر چندوں کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اس لئے اگر چار لاکھ بھی ہوں میں نے ابھی تک پورا صحیح اندازہ نہیں لگایا لیکن شاید چار لاکھ سے بھی کم ہو، ہو سکتا ہے دو لاکھ ہو۔ تو دو لاکھ کا مطلب یہ ہوگا کہ جو ہمارے کمانے والے ہیں ان کا تقریباً بیس فیصد ایسا ہے جو چندے دے رہا ہے۔ اور بڑی وجہ اس کی یہ ہے کہ بہت سے ایسے علاقے ہیں مثلاً افریقہ کے جہاں جماعت کثرت سے پھیل رہی ہے، پھر یورپ کی نئی قوموں میں بڑی کثرت سے پھیل رہی ہے، ان کو ابھی ان باتوں کا پتہ ہی نہیں کہ مالی قربانی کیا ہوتی ہے۔ اس لئے کبھی کبھی جب ان سے مطالبے کئے جاتے ہیں کچھ نہ کچھ وہ پیش کر دیتے ہیں مگر جو میں شمار بتا رہا ہوں ان میں ان کی گنتی نہیں ہوتی یعنی لاکھ دو لاکھ جتنے بھی باقاعدہ دینے والے ہیں ان میں ان کو شمار نہیں کیا جاتا تو ان کو بھی چندہ دہندہ بنانا یہ بھی ان کی طاقت بڑھانے کے لئے ضروری ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ابھی ایک بڑی گنجائش ان لوگوں میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر ان کے اوپر ہمیں توفیق بخشے کہ طاقت کے مطابق بوجھ ڈالیں تو پھر ان کی طاقتیں بڑھانا شروع کر دے گا۔ اور اگر استطاعت تک جماعت کی طاقتیں پھیل جائیں تو دنیا تو ایک چھوٹی سی چیز آپ کے سامنے رہ جائے گی اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہ جاتی۔ جو تبلیغ والے ہیں وہ چندوں کے لحاظ سے چندہ دینے والوں میں ابھی بہت پیچھے ہیں کیونکہ چندہ دینے کا نظام حضرت مسیح موعود کے زمانے سے بہت ہی محنت کے ساتھ بڑے لمبے عرصے میں مستحکم کیا گیا ہے۔ اور دعوت الی اللہ کا نظام ابھی گذشتہ دس بارہ سال کی بات ہے یہ باقاعدہ چندے کے نظام کے طریق پر بلکہ بعض جگہ اس سے بھی زیادہ کوشش کے ساتھ مستحکم کیا جا رہا ہے اور اب تک جو خدا کے فضل سے نتائج نکلے ہیں وہ حیرت انگیز ہیں، میری توقع سے بہت بڑھ کر ہیں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ کسی شخص کو جو نادہندہ ہو دہندہ بنانا نسبتاً آسان ہے مگر غیر مبلغ کو مبلغ بنا دینا اور ایسا مبلغ بنا دینا کہ وہ آگے پھر پھل پیش کرے یہ ایک بہت مشکل کام ہے۔ اس لئے جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے۔ محض اللہ کا احسان ہے اس میں ہمارے نفس کو کسی دھوکے میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ خدا نے ہمیں اس زمانے میں داخل کر دیا تھا جو پھلوں کا زمانہ ہے جو نئی بہاروں کا زمانہ ہے۔

اگر کوئی شخص ظاہر کی شرائط پوری کرتا ہے اور عام طور پر دیندار اور متقی دکھائی دیتا ہے اور مالی قربانی میں حسب استطاعت حصہ لیتا ہے اور اگر کمزوری ہے تو پھر اپنی ناطاقتی ظاہر کر کے طاقت کے مطابق بوجھ اٹھانے کا وعدہ کرتا ہے تو ایسے شخص پر ذمہ داری ڈالی جا سکتی ہے

ہم اس دور میں داخل ہو چکے ہیں جس دور میں مسیح موعود علیہ السلام نے کام شروع کیا تھا اور جس دور میں مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ سے غیر معمولی نت نات پاتے ہوئے حیرت انگیز انقلابات کی بنیاد رکھی تھی۔ پس میں سمجھتا ہوں کہ ہر صدی کے بعد یہ موسم آیا کریں گے اور ان معنوں میں دین کی تجدید ہوا کرے گی لیکن خلیفہ، خلیفہ ہی ہوگا مجدد نہیں ہوگا۔ خدا تجدید کیا کرے گا۔ کیونکہ وہ موسم جب خدا کے بڑے بڑے عظیم مقرب بندے پیدا ہوتے ہیں اور بڑے کام شروع کرتے ہیں تو ان موسموں میں بھی ایک برکت پڑتی ہے ان میں دہرائے جانے کی طاقت ہوتی ہے پس جس طرح تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے یعنی برے بعضوں میں بھی دہراتی رہتی ہے اس طرح اللہ کے فضل سے میں سمجھتا ہوں کہ اچھی تاریخ بھی اپنے آپ کو دہراتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دور اسی طرح برکتیں لے کے آ رہا ہے جس طرح پہلے لے کے آیا تھا۔ اس لئے ہمیں اس غلط فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ بے وقوفی ہوگی اگر ہم اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں کہ ہمیں خدا بڑے بڑے کاموں کی توفیق بخش رہا ہے۔ بخش تو رہا ہے لیکن کیوں بخش رہا ہے اس لئے کہ موسم وہ آ گیا ہے جس موسم میں خدا کے فضلوں نے پھل لگانے ہی لگانے ہیں۔

جب پھلوں کے موسم آتے ہیں تو جڑی بوٹیوں کو بھی پھل لگ جاتے ہیں۔ گھاس بھی پھل دار ہو جاتے ہیں کانٹے دار جھاڑیاں بھی پھل دار ہو جاتی ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہ جو موسموں کو دہرایا ہے اس میں اگرچہ محض اللہ کا فضل ہے لیکن ساتھ ایک قانون یہ بھی رکھا ہے کہ تمہیں کچھ نہ کچھ تو ہاتھ ہلانا ہوگا کچھ تو کوشش کرنی

ہوگی اگر تم کچھ نہیں کرو گے تو یہ موسم آکے گزر جائے گا اپنے پھل اپنے ساتھ لے جائے گا پھر وہ ان کو جھاڑ دے گا۔ یا بوسیدہ ہو جائیں گے یا مٹی میں مل جائیں گے اور تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا پس یہ درست ہے کہ ہماری محنت نہیں ہے محض اللہ کا فضل ہے مگر یہ بھی درست ہے کہ اللہ کا فضل بھی محنتوں کے تقاضے کرتا ہے اور کچھ نہ کچھ تو ہاتھ ہلانے کی توقع خدا اپنے بندوں سے رکھتا ہے۔ اگر وہ اتنا بھی نہیں کریں گے کہ اس کے فضلوں کو سمیٹ سکیں تو ان فضلوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ پس اس پہلو سے اب پھل اتنے ہو چکے ہیں اور اتنے بڑھ رہے ہیں کہ سمیٹنے والے ہاتھوں کی بڑی ضرورت ہے۔

سندھ میں ہمیں زمیندارے کا موقع ملا ہے مجھے خود ذاتی طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے اپنے حصہ کا نگران بنایا ہوا تھا تو وہاں سندھ میں میں نے دیکھا ہے۔ ہمیشہ جب پھل کا وقت آتا ہے تو مقامی زمیندار جو پھل کاشت کرتے ہیں وہ سنبھال نہیں سکتے اس لئے وہ تھر سے مزدور آتے ہیں اور بہت زیادہ آدمیوں کی ضرورت درپیش ہوتی ہے جو آکے پھر فصلوں کو سنبھالتے ہیں اگر نہ سنبھالیں گے تو ساری فصلیں ہاتھ سے نکل جاتی ہیں۔ پس جب پھل زیادہ ہوں تو مزدوروں کی بھی ضرورت پیش آتی ہے اور زیادہ مزدور چاہئیں۔ ہمیں بھی خدا کی راہ کے مزدوروں کی ضرورت ہے اور اس طرف میں جماعت کو بلا رہا ہوں کہ اس مزدوری کے لئے اپنے آپ کو پیش کرو تم میں جو بھی استطاعت ہے انکساری کے ساتھ وہی استطاعت لے کر جماعت کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور جماعت کے عہدیداران جن شرائط کے ساتھ میں نے اجازت دی ہے ان شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان مزدوروں کو سمیٹیں، ان کے سپرد کام کریں اور جتنا آپ ان پر کام ڈالیں گے دیکھنا کہ ان کی استطاعت بڑھتی چلی جائے گی۔

یہ جو مضمون ہے "ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به" اس کو اگر صحیح معنوں میں سمجھ جائیں تو گردو پیش پر نظر ڈالیں تو پھر آپ کو گردو پیش کے معنے بھی اور طرح دکھائی دیتے ہیں۔ وہ شخص جس کو آرا چلانا نہیں آتا جس کو تیسی سے کام لینا نہیں آتا ایسا وقت جب وہ لکڑی کا کام کرتا ہے یا اینٹ پتھر کا کام کرتا ہے تو اپنی انگلیاں کاٹ لیتا ہے لیکن کچھ مزدور ہیں جو بے چارے کچھ نہیں سمجھ رہے ہوتے وہ صرف مستریوں کے مددگار بن کے کام کر رہے ہیں، کوئی لکڑیاں پکڑا رہا ہے کوئی اینٹ پتھر اٹھا اٹھا کے لا رہا ہے لیکن یہ بات بھولنی نہیں چاہئے کہ وہ لوگ جو معمار ہیں یا نجار ہیں وہ بھی پہلے مزدور ہی تھے وہ بھی اسی طرح پتھر ڈھو کر لایا کرتے تھے یا لکڑیاں پکڑایا کرتے تھے یا کیلیں کانٹے ہاتھ میں دیا کرتے تھے۔ لیکن جب تھوڑا تھوڑا ان پہ کام ڈالا گیا تو دیکھتے دیکھتے وہ بڑے بڑے ماہر مستری بن گئے۔ اور بعض دفعہ انہی مزدوروں میں سے ان سے بہت بہتر مستری بن جاتے ہیں جنہوں نے ان کو کام سکھایا ہو۔ تو آئیں گے تو آپ مزدور کے طور پر خدا کی راہ کے مزدور کے طور پر بھی بہت بڑی عزت ہے، لیکن اللہ آپ ہی میں سے پھر ہر قسم کے معمار اور نجار پیدا کرے گا، ہر قسم کے ماہرین پیدا کرے گا جو آگے کام سنبھالنے کی استطاعت حاصل کریں گے، جن کی طاقت کے مطابق کام کرنے کے نتیجہ میں ان کی طاقتیں بڑھائی جائیں گی۔

پس اس پہلو سے جو دو یا چار فیصد ہم ہیں کام کرنے والے حقیقت میں ان کی بھی پوری صلاحیتیں ابھی چمکی نہیں ہیں۔ ان میں بھی بڑی بھاری تعداد ہے جن کی پوری صلاحیتیں بروئے کار نہیں آئیں، جنہوں نے زیادہ مشق نہیں کی ابھی تک کی کاموں کی یا کاموں کی ذمہ داری کو احسن رنگ میں پوری بشاشت سے ادا نہیں کر رہے۔ اب سوچیں کہ اگر ان کی استعدادیں اپنی انتہا کو پہنچ جائیں جن انتہاؤں کے لئے خدا نے ان کو بنایا ہے اور وہ سارے جو اس سے پہلے فارغ بیٹھے ہوئے ہیں اور صرف مزے لے رہے ہیں دیکھ کر کہ جماعت ترقی کر رہی ہے وہ بھی اپنے آپ کو حاضر کریں اور پھر ان کی استعدادیں بھی چمکائی جائیں اور دن بدن اللہ کے فضل کے ساتھ ان میں نئی صلاحیتیں پیدا ہونے لگیں تو سوچیں کہ جماعت کی طاقت کتنی بڑھ جائے گی۔ اگر یہ جماعت نہ بھی پھیلے صرف استعدادوں میں ہی نشوونما پائے اور اونچی ہونے لگے تو دنیا کی عظیم ترین جماعت بننے کی صلاحیت آج بھی آپ میں موجود ہے۔ ایسی عظیم جو ساری دنیا میں انقلاب برپا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے لیکن اس پر آپ جمع کریں وہ نئے آنے والے، اگر ان کی تربیت کا آپ حق ادا کریں تو پھر اندازہ کریں کہ خدا کے فضل کے ساتھ روز مرہ کتنی بشاشت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ جب ایک پارٹی کام کر رہی ہو اور اس کی طاقت کے برابر کام ہو، ابھی کام باقی ہو کچھ نئے آنے والے شامل ہو جائیں تو دیکھو کیسا ان کو حوصلہ ملتا ہے اور اسی وجہ سے ان کی طاقت بھی بڑھ جاتی ہے اگر نئے آنے والے شامل نہ ہوں تو بعض دفعہ وہ انسان نفسیاتی مایوسی کا شکار ہو کر اپنی طاقت کو پوری طرح استعمال کرنے کا اہل نہیں رہتا طاقت ہوتے ہوئے بھی وہ کام کو اپنی طاقت سے بڑھا ہوا دیکھتا ہے لیکن یہ لازم ہے کہ اگر ایسی صورت میں کمک آجائے تو اچانک نئے حوصلے پیدا ہوتے ہیں، بڑے ولولے پیدا ہو جاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں پھر دشمن کے دل ہار جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جنگ احزاب میں ایک ایسی بات کی جس کی بہت سے مؤرخین کو سمجھ نہیں آتی۔ جب آندھی چلی ہے اور دشمن کے خیمے اکھڑنے لگے تھے ابھی سراسیمگی کا عالم طاری نہیں ہوا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بڑے زور اور بڑی قوت سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔ آپ نے وہ نعرے اس لئے بلند کئے تھے کہ آپ خدا کی طرف سے آثار رحمت کو آتا دیکھ رہے تھے اور بعید نہیں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا ہو کہ دشمن کے بھاگنے کا وقت آگیا ہے۔ مگر وہ نعرے جو تھے انہوں نے دو طرح کام کیا سخت تھکے ہوئے، سخت کمزور مسلمانوں میں نئی جان پڑ گئی، ایسے حیرت انگیز جوش اور ولولے سے بھر گئے کہ تمام مسلمانوں کا کیمپ نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھا اور دشمن نے جب یہ سنا تو وہ یہ سمجھا کہ صرف آندھی ہی نہیں انکو کوئی کمک حاصل ہو گئی ہے کیونکہ اتنا بڑا حوصلہ اتنی تھکی ہوئی جماعت میں سوائے اس کے پیدا ہو ہی نہیں سکتا کہ کہیں سے کمک آگئی ہو کمک تو آئی تھی لیکن وہ فرشتوں کی کمک تھی جس کو وہ دیکھ نہیں سکتے تھے پس اس نے دوہرا کام کیا اور مؤرخین یہ ضرور بتاتے ہیں۔ خاص طور پر جو مستشرقین ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے چال چلی تھی۔ چال کیسی چلی تھی اس کے ساتھ تو ساری ہوا چل پڑی تھی آندھی برپا ہو گئی تھی یہ خدا کی چال تھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصرف کے نتیجے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے لیکن خدا کی چال جب چلتی ہے تو کسی دشمن کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ تمام دشمن کیمپ میں جو بے شمار تعداد میں محمد رسول اللہ اور آپ کے ساتھیوں سے زیادہ تھا یہ خوف برپا ہو گیا کہ ایک تو اوپر سے آندھی چل پڑی ہے اور پھر ہماری آگیں بجھ گئی ہیں۔ اب یہ بھی کوئی نعروں سے تو نہیں بجھی تھیں۔ وہ مشرک تھے، وہ آگ کی پرستش کرنے والے لوگ تھے، تمام واقعات یک وقت اکٹھے رونما ہوئے ہیں اور ایک خاص مقصد کی خاطر ایسا ہوا ہے۔ وہ جو آندھی چلی ہے تو وہ آگ جس کی وہ بڑی حفاظت کیا کرتے تھے جس کو خدائی کا نشان سمجھتے تھے تیز آندھیوں میں بھی وہ جلتی تھی اور جلتی رہتی تھی لیکن یہ وہ آندھی تھی جس کا مقابلہ وہ آگ نہ کر سکی اور وہ ایک نشان بن گئی کہ اب تمہاری آگ کے بجھنے کے دن آگئے ہیں۔ وہ جب دیکھا تو مشرک تو ہم پرستوں کے تو چھکے چھوٹ گئے اور ان کے لیڈر نے فوری طور پر اپنی اونٹنی کو پکڑا ہے اور پیشتر اس کے کہ وہ اعلان کر سکتا اس نے خود بھاگنے کی کی۔ وہ سمجھا کہ اب دشمن آ پہنچا ہے ہمارے اوپر۔ اور حالت یہ تھی کہ وہ گلے سے بندھی ہوئی تھی اس کو کھولنا بھی بھول گیا اس کو ایڑ لگاتا تھا، مارتا تھا اور اس سے بھاگا نہیں جاتا تھا اس سراسیمگی کے عالم کو دیکھ کر سارے دشمن کیمپ میں افراتفری

پڑ گئی اور وہ اٹھ دوڑے۔ تو یہ اس کی بنیاد اگر دیکھیں تو کمک سے بنتی ہے۔ کمک کا مضمون بڑا ابھرا ہے جو جنگی داؤ پیچ میں غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے مگر یہ کمک تھی جو اللہ کی طرف سے آئی تھی۔ آپ کی کمک بھی اللہ ہی کی طرف سے آئے گی مگر آپ وہ ہاتھ پاؤں ضرور ماریں گے، آپ کو مارنے ہوں گے کہ وہ لوگ جو بغیر کام کے بیٹھے ہوئے ہیں ان کو ساتھ شامل کریں۔ اس کے نتیجے میں طبعی طور پر آپ میں حوصلہ پیدا ہوگا اور یہ لوگ فرشتوں کی طرح آپ کے دلوں کو طاقت بخشیں گے۔

پس اپنے میں سے بھی آدمی ڈھونڈیں اور ان کی تربیت کریں اور جو نئی قومیں ہم میں داخل ہو رہی ہیں ان پر جلد از جلد ذمہ داریوں کے بوجھ ڈالیں۔ میں نے افریقہ کے احمدیوں کو یہ ہدایت کی تھی کہ اگر غربت ہے تو خواہ ایک پیسہ لیتا ہو ان کو یہ نہ کہو کہ تمہیں تم اپنی آمد کا سولہواں حصہ ضرور دو۔ میری طرف سے اجازت ہے ان کو یہ کہیں کہ اگر تم ایک دمڑی، ایک پیسہ بھی دے سکتے ہو تو خدا کے حضور پیش کرنا ہے تم نے، دعا کرتے ہوئے اللہ کے حضور پیش کرو کہ اے خدا میں یہ اپنی طاقت سمجھتا ہوں اور پھر یہ دعا جب کرو گے کہ "ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به" تو یہ دعا خود آپ کے اندر ایک محرک پیدا کر دے گی اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو اجازتیں لیتے ہیں یا شرح کم دیتے ہیں کہ ہم میں اتنی طاقت نہیں اگر وہ دعا گو ہوں تو ضرور ان کے اندر انقلاب برپا ہوتا ہے وہ کہتے ہیں ہم نے تو کیا تھا طاقت کی حد تک بوجھ ڈالنا ہم تو طاقت سے بہت کم پیش کر رہے ہیں۔ اور اگر دعا میں طاقت ہو یا SINCERITY اور خلوص ہو تو یہ خیال پیدا ہو یا نہ ہو یہ دعا پکڑ لیتی ہے اور ان کو پتہ بھی نہیں لگتا یہ ہو کیا رہا ہے، ان کے دل میں عجیب عجیب طرح کی تمنائیں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ اور بعض لوگ مجھے خط لکھتے ہیں اور حیرت انگیز باتیں لکھتے ہیں۔ کہتے ہیں ہم روتے ہوئے خط لکھ رہے ہیں۔ ہمیں ہو کیا گیا تھا؟ ہم نے کیوں تھوڑے کی درخواست کی تھی۔ ہم نے اپنی زندگی گنوائی اور کہتے ہیں ہم وعدہ کرتے ہیں ہم آئندہ بھی دیں گے پچھلا بھی پورا کریں گے مگر خدا کے لئے یہ سہولت ہم سے اٹھا لیں کیونکہ ہم سے اب جیا نہیں جاتا اس سہولت کے ساتھ۔ اور پھر اللہ ان کے مالوں میں برکت ڈالتا ہے اور ان کے ایمان میں برکت ڈالتا ہے ان کے کاموں کی توفیق میں برکت ڈالتا ہے۔ تو عجیب بات ہے، یہ مضمون ہی الگ ہے، کچھ ان کے خلاف تو اٹھا کے دیکھو۔ یہ وہ بوجھ نہیں ہیں جو بوجھ پڑتے ہوں تو زیادہ انسان بوجھل ہو جاتا ہے یہ تو وہ بوجھ ہیں جب پڑتے ہیں تو جسم ہلکے ہونے لگتے ہیں کیونکہ خدا پھر خود ان بوجھوں کو اٹھاتا ہے۔

"واعف عنا" کا مضمون یہی تو سمجھا رہا ہے کہ طاقت کے مطابق ڈالنا لیکن عفو سے کام لینا تاکہ ہم ان بوجھوں کو اٹھاتے ہوئے بالکل تکلیف محسوس نہ کریں۔ اگر یہ مضمون اس میں نہ ہو تو عفو کے معنے ہی کچھ نہیں ہیں۔ "واغفر لنا" اور جو کمزوریاں ہم میں ہیں ان سے بخشش سے کام لینا۔ جو ہم پہلے کر بیٹھے ہیں ان کے نقصان اب ہم نہ اٹھائیں۔ "واغفر لنا" کا مضمون اس دور سے تعلق رکھتا ہے جب اپنی نااہلی کی وجہ سے، اپنی کمزوریوں کی وجہ سے ہم نے اپنی طاقتوں کو پوری صلاحیت سے استعمال نہیں کیا اور اب ترس رہے ہیں کاش ہم میں طاقت ہوتی تو ہم آگے بڑھ کر زیادہ کام کر سکتے۔ "واغفر لنا" اے خدا ہماری کوتاہیوں کو بخش دینا اور ان کے بد نتائج سے ہمیں محفوظ رکھنا۔ "وارحمنا" اور یہ حالت قابل رحم ہے ایک آدمی دعا کرتا ہے مجھے طاقت کے مطابق دے پھر ڈرتا ہے کہ اس کے باوجود میں کچھ بھی نہیں کر سکوں گا میری تو بہت تھوڑی طاقت ہے۔ یہ حالت بڑی قابل رحم ہے اس لئے دعا کا آخری نتیجہ یہ نکلا "وارحمنا" ہم سے رحم کا سلوک فرمانا جیسے ماں باپ بچوں سے رحم کا سلوک کرتے ہیں اور اس رحم کے سلوک کی یادیں ان کو پھر دعاؤں پر مجبور کرتی ہیں وہ اپنے بوڑھے، کمزور ماں باپ کے لئے دعائیں کرتے ہیں جیسے انہوں نے ہم پر رحم فرمایا تھا اے خدا تو اب ان پر رحم فرما۔

تو یہ وہ مضمون ہے جس کو سمجھتے ہوئے ان بڑھتے ہوئے بوجھوں کو ہم اٹھا سکیں گے۔ اگر ہم نے ان مضامین کو نہ سمجھا، اگر ان کا حق ادا نہ کیا، اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح ہدایات اور روشنی کے باوجود اپنے بڑھتے ہوئے بوجھوں کو ہلکا کرنے کی کوشش نہ کی یعنی ہلکا ان معنوں میں کہ ہمیں ہلکے محسوس ہوں اور بڑھتے ہوئے ان معنوں میں کہ جتنے ہلکے محسوس ہوں اور بڑھتے چلے جائیں اور ہم انہیں ہلکا سمجھتے رہیں، یہ وہ کام ہے جس کام کے نتیجے میں دنیا میں انقلاب برپا ہوں گے۔ وہ تو شروع ہو چکے ہیں، ہو رہے ہیں لیکن فکر یہ ہے کہ یہ نہ ہو کہ ہمارے پھل ہماری طاقت سے آگے بڑھ جائیں۔ جس طرح بعض دفعہ میں نے بیان کیا تھا کہ سندھ میں بھی میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ فصلیں بہت زیادہ ہوں تو مصیبت پڑ جاتی ہے زمیندار کو، مزدور جتنے آنے کی عادت ہوتی ہے وہ اسی رفتار سے اسی تعداد میں آتے ہیں اور کپاس اتنی ہو گئی ہے اس سال یا مرچیں اتنی ہو گئی ہیں کہ وہ سنبھالی نہیں جاتیں، وہ پھر لوٹ لوٹ کر مٹی میں ملتی اور گلتی ہیں، مرچوں کی فصلیں تو میں نے دیکھا ہے بہت ضائع ہو جاتی ہیں اگر مزدور وقت پر نہ ملیں تو۔ تو آپ کی فصلیں تو مرچوں سے بہتر ہیں آپ کی فصلیں تو کپاس سے بہت زیادہ اعلیٰ درجے کی ہیں۔ ان فصلوں کو سنبھالنا تو آپ کے لئے ایک زندگی کا روگ بن جانا چاہئے۔ روگ ان معنوں میں کہ اگر ضائع ہو تو غم لگ جائے۔ تکلیف محسوس ہو۔ اور یہ آخری بات ہے جس کی طرف میں آپ کو اس خطبے میں توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جب تک آپ آنے والوں کی ذمہ داریوں کے غم نہ لگائیں، جب تک آپ اپنے کمزور بھائیوں کے غم نہ لگائیں، آپ کو ان کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی توفیق نہیں مل سکتی۔ یہ غم ہے جو انسان میں طاقت پیدا کرتا ہے۔ یہ اور طرح کا غم ہے جس کی میں بات کر رہا ہوں۔ ایک ماں کا غم ہے اپنے بچے کے لئے جو جانتی ہے کہ میرے دوسرے بچوں میں تو بڑی صلاحیتیں ہیں اس میں بھی ہونی چاہئیں تھیں مگر یہ کمزور رہ گیا ہے۔ کئی مائیں ہیں بعض دفعہ ملاقات میں رو پڑتی ہیں کہ یہ بچہ پتہ نہیں کیوں دین کی طرف نہیں آ رہا اس کو میں سمجھاتی رہتی ہوں لیکن اس کی طرف توجہ پیدا نہیں ہوتی جب کہ دوسرے بچے اللہ کے فضل سے بہت اچھے ہیں، بڑے مخلص ہیں، نمازوں میں بھی بہت اچھے ہیں۔

جماعت کے عہدیداران جن شرائط کے ساتھ میں نے کام لینے کی اجازت دی ہے ان شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان مزدوروں کو سمیٹیں اور ان کے سپرد کام کریں اور جتنا آپ ان پر کام ڈالیں گے دیکھنا کہ ان کی استطاعت بڑھتی چلی جائے گی

تو مراد یہ ہے کہ دماغ جیتے ہوں اور پھر ان کو پورا کیا جائے اگر محبت ہو تو پھر غم لگتا ہے۔ اگر محبت نہ ہو تو کوڑی کی بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ تو بنی نوع انسان سے اگر سچی محبت ہو، اگر جماعت سے سچی محبت ہو، اس کے مقاصد سے سچی محبت ہو تو کوئی آدمی چین کی زندگی بسر نہیں کر سکتا جب تک اپنے کمزوروں کا غم نہ لگا لے۔ اور جب غم لگے گا تو ہر وقت آپ کو فکر رہے گی۔

پھر یہ ضروری نہیں ہوگا کہ عہدیدار آپ کے دروازے کھٹکھٹائے اور آپ کو کہے کہ فلاں کو بیدار کرنے کی کوشش کرو، فلاں کو آگے بڑھانے کی کوشش کرو پھر آپ کا غم آپ کو مجبور کرے گا۔ ہر وقت یہ سوچیں گے کہ وہ کمزور بھی رہ گیا ہے، وہ کمزور بھی رہ گیا ہے کیوں نہ اس کو بھی ساتھ شامل کیا جائے تو ساری جماعت میں ایک کھلبلی سی مچ جائے گی اور یہ غم ہے جو حیرت انگیز سکھ پیدا کرے گا۔ دیکھو بہت سے سکھ ہیں جو لازماً غموں کی کوکھ سے پھوٹتے ہیں۔ اگر وہ غم نہ ہوں تو وہ سکھ بھی نہیں آتے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ ماں کو بغیر تکلیف کے بھی بچہ عطا کر سکتا تھا مگر بچے کی غیر معمولی محبت کی خاطر ماں کو ان دکھوں سے گزارا جاتا ہے اور ان دکھوں کا اس بچے کی محبت سے ایک گہرا ذاتی تعلق ہے۔ لوگ سوچتے نہیں ان باتوں کو، بعض دفعہ جہالت میں کہہ دیتے ہیں کہ ماؤں کو تکلیف کیوں ہوتی ہے اور دیتے تکلیف کے یونہی بچے ہوتے تو گلیوں میں رلتے پھرتے۔ کوئی ان کو نہ پوچھتا، ماؤں کو بھی ان کی کوڑی کی پرواہ نہ ہوتی۔ یہ تو بیٹے کا دکھ ہے "وھنا علیٰ وھن" کمزوری کے بعد کمزوری بھی مائیں اسے اٹھائے پھرتی ہیں اور بڑی محنت کرنی پڑتی ہے پھر بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو دیکھو کس اذیت سے، بعض دفعہ جان کا خطرہ بن کر آتا ہے۔ اس سے تو پھر پیار ہونا ہی ہوتا ہے یہ ایک فطرتی بات ہے وہ یہ چیز محبت پیدا کر دیتی ہے۔ پس ماں کے غم سے بچے کی محبت پھوٹتی ہے۔ ماں کے غم میں وہ رحمت ہے جو اسے ہمیشہ بچے سے ایسا پیار کرنے کی توفیق بخشتی ہے کہ پھر کسی رشتے میں ایسا پیار آپ کو دکھائی نہیں دے گا۔ پس اس پہلو سے غم لگانا بہت ضروری ہے۔ یہ محض ٹھنڈے دلوں کی باتیں نہیں ہیں ٹھنڈی باتوں کے نتیجے نہیں ہیں یہ تو آپ کو اللہ سے پیار کے نتیجے میں اس کے بندوں کا غم لگانا ہوگا۔ جب غم لگ جائے گا تو پھر اور بھی بہت سی باتیں پیدا ہونگی پھر دعائیں جو اٹھیں گی ان میں بڑی رفعتیں پیدا ہو جائیں گی ان میں آسمان کے کنگرے ہلانے کی طاقتیں پیدا ہو جائیں گی۔ پھر آپ کو راتوں کو اٹھ کے تہجد پڑھنے کی بھی توفیق مل جائے گی۔ پھر آپ کو اس پیار سے بات کرنے کی توفیق ملے گی کہ جس پیار کی نصیحت ضائع نہیں جایا کرتی۔ آپ کی اکثر نصیحتیں اس وجہ سے بے کار جاتی ہیں کہ ان میں پیار کی بجائے تلخی ہوتی ہے اور بسا اوقات تکبر ہوتا ہے۔ اگر ایک انسان خود نمازی ہو اور دوسرے کو بے نمازی دیکھ کر اس طرح اس کو کہے کہ بڑا تو محروم انسان ہے۔ نماز بھی نہیں پڑھ سکتا اور دل میں یہ خیال ہو کہ دیکھو میں نمازی بن گیا ہوں اس لئے تو بے حیثیت چیز ہے۔ تو اس کی نصیحت اس بے نمازی پر بھی بے کار جائے گی اور اپنی نماز کو بھی کھا جائے گی، نہ باہر کچھ رہے گا نہ اندر کچھ رہے گا۔ لیکن اگر محبت اور رحمت کے نتیجے میں کسی کا غم لگتا ہو تو اس کی نصیحت میں شان ہی اور پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ باہر کی نمازیں بھی پیدا کرتی ہے اور اندر کی نمازوں کی شان بھی بڑھاتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ آپ خدا کی خاطر خدا کے کاموں میں غم لگا بیٹھیں۔ دیکھو اپنی تجارتوں میں، اپنے دنیا کے کاموں میں آپ غم لگائے پھرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہا بڑی حسرت سے یہ لکھا ہے کہ وہ لوگ جو میری جماعت میں ہوتے ہوئے دنیا کے کاموں میں دن رات لگے ہوئے ہیں مجھے ان کے تصور سے تکلیف پہنچتی ہے وہ دین کا غم لگا کے تو دکھائیں۔ اگر وہ دین کا غم لگائیں گے تو ان کو اپنے غم لگانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ یہ ایک اور نسخہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے ہاتھوں میں تھما دیا ہے اور بڑا کارگر نسخہ ہے۔ بارہا ہم نے دوسروں میں دیکھا، اپنی ذات میں دیکھا ہر جگہ یہ نسخہ حیرت انگیز طور پر تا قیامت در اور کارفرما دکھائی دیا۔
کئی دفعہ میں نے بعض بزرگ صحابہ کی مثالیں دی ہیں کہ وہ اس

> **اگر محبت اور رحمت کے نتیجے میں کسی کا غم لگتا ہو تو اس کی نصیحت میں شان ہی اور پیدا ہو جاتی ہے ....**
> **اس لئے ضروری ہے کہ آپ خدا کی خاطر خدا کے کاموں میں غم لگا بیٹھیں۔**

نسخے کو باقاعدہ عمداً اس طرح استعمال کیا کرتے تھے جیسے کوئی ڈاکٹر کسی مریض پر کوئی نسخہ استعمال کرتا ہے۔ اور ان میں ہمارے عبدالرحمٰن صاحب مہر سنگھ جو سکھوں میں سے آئے تھے لیکن بڑے ولی اللہ اور بزرگ اور ملہم اور سچے رؤیا اور کشوف دیکھنے والے بزرگ بن چکے تھے۔ حیرت ہوتی تھی دیکھ کر، ایک دفعہ میں قادیان گیا جب وہ بھی ساتھ تھے تو ان کے جو سکھ دوسرے ملنے والے ان کے گاؤں سے آئے ہوئے تھے ان کے اندر زمین آسمان کا فرق تھا۔ حیرت ہوتی تھی کہ کس طرح مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاک کی چٹکی سے کیمیا بنا دیا اور وہ خود بھی محسوس کرتے تھے وہاں کے ماحول والے سارے کہ یہ کچھ کا کچھ بن چکا ہے۔ ان کا یہ دستور تھا ان کو جب مالی تنگی ہو اب یہ نسخہ پہلے آپ نے شاید نہ سنا ہو، میں نے سنایا ہو تو اور بات ہے، لیکن عموماً لوگوں کو پتہ نہیں کہ یہ بھی ایک نسخہ ہے۔
مالی تنگی محسوس ہوتی تھی تو بجائے اس کے کہ زیادہ وقت مال کمانے پہ لگائیں سارے کام چھوڑ کے تبلیغ کو نکل جاتے تھے اور فارمولا یہ بنایا ہوا تھا کہ میں اللہ کے کام کرتا ہوں اللہ میرے کام کرے گا اور کرتا تھا، کبھی بھی اس میں ناکامی نہیں ہوئی۔ ان کے واقعات جو ابھی تک بھی سننے میں آتے ہیں اب بھی شاید ان کی اولاد نے محفوظ کئے ہوں ان میں حیرت انگیز اعجازی نشانات ہوتے تھے۔ وہ کام پہ گئے ہیں خدا کے کام پہ تبلیغ شروع کی رات کو واپس آئے تو پتہ لگا کہ منی آرڈر آیا پڑا ہے کسی کی طرف سے تحفے کے طور پر، وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ رقم کہیں سے آئے گی اور وہ تحفہ مل جایا کرتا ہے۔
تو اللہ تعالیٰ تو خود کام بنا دیتا ہے لیکن اگر غم لگا کر اس کے کاموں کیلئے اپنے آپکو وقف کریں اور اس کے کاموں پر نگاہ رکھیں۔ پس جتنی قومیں ہم میں نئی آ رہی ہیں خواہ اس ملک میں ہوں یا جرمنی میں ہوں یا افریقہ میں ہوں یا FAR EAST میں جو بحر الکاہل کے جزائر ہیں ان میں ہوں، ہر طرف ایک ہی نسخہ ہے جو کام کرے گا آپ کو اپنی صلاحیتیں بڑھانے کے لئے اپنے بوجھ بڑھانے ہوں گے اور جن پر بوجھ نہیں ہے ان پہ بوجھ ڈالنے ہونگے، جلد از جلد بھرتی شروع کریں اور کام آپ کو اتنے میں بتا چکا ہوں کہ اگر آپ نے کرنے ہیں تو اس تعداد سے ہو ہی نہیں سکتے۔ کام بھی بہت ہی زیادہ ہیں اور بہت ہی اہم کام ہیں، ہماری بقا کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہیں آپ کو لازماً آدمی چاہئیں۔ تو بجائے اس کے کہ یہ سمجھیں کہ جو چار گنتی کے آدمی کام کر رہے ہیں وہی اچھے ہیں اس تکبر میں مبتلا نہ ہوں۔ جن کو آپ برا سمجھتے ہیں ان کو پیار سے پکڑیں اور سمجھائیں ان میں سے حیرت انگیز طور پہ ایسے کام کرنے والے نکل آئیں گے جو آپ سے بھی بہتر ثابت ہوں گے یعنی ہو سکتا ہے کہ بہتر ثابت ہوں پھر تمام نئے آنے والوں کو کسی طرح کاموں میں ملوث کریں۔ اس دفعہ جرمنی کے دورے پر جو بات میں نے خاص طور پر دیکھی ہے اس نصیحت کے نتیجے میں جن جن جماعتوں میں نئے آنے والوں پر ذمہ داری ڈالی گئی ہے ان کی تو کیفیت بدل چکی ہے۔ جن پر کوئی بوجھ ڈالا گیا ہے وہ پہچانا نہیں جاتا یوں لگتا ہے جیسے صحابہ کی اولاد ہو۔ تمام انداز بدل گئے

یورپ کا اثر، نہ سفید فام کی طرف منسوب ہونے کا وہم ان کی راہ میں اور خدمت دین کی راہ میں حائل ہوا یا ہو سکتا ہے، اب وہ مٹی بن گئے۔ پس عجیب بات ہے کہ مٹی سے آدم بنتا ہے اور جب آدم بنتا ہے تو پھر وہ مٹی ہو جاتا ہے وہ خدا کی راہ میں خاک ہو جاتا ہے اور یہی عرض کرتا ہے کہ میں تو خاک ہوں مطلب یہ ہے کہ میں اپنی حیثیت نہیں بھولا اے خدا تو نے مجھے بہت ترقی دی بہت اونچی اڑانیں بخشیں مگر میں جانتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔ پس خاک سے اٹھنے والا آدم ہمیشہ خاک کی طرف لوٹتا ہے اور یہی سچا انکسار ہے جو خدا کو پسند آتا ہے یہی وہ انکسار ہے جس سے نبی بنتے ہیں، جس سے صدیق بنتے ہیں، جس سے شہید پیدا ہوتے ہیں، جس سے ولی اٹھتے ہیں۔ پس اس خاک سے آپ بھی اٹھیں خود آدم بنیں اور آدم بن کر پھر مٹی ہو جائیں اور پھر آپ کی مٹی سے اور آدم اٹھیں، یہ وہ دور ہے جب ہمیں اس کثرت کے ساتھ بار بار نئے پیدا ہونے والے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ ثانیہ میں تشہد کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

صدر صاحب انصار اللہ سوئٹزرلینڈ بشیر احمد صاحب طاہر کی طرف سے یہ فیکس موصول ہوئی ہے کہ اس خطبے میں ہمارے لئے بھی دعا کی درخواست کر دیں۔ آج نماز جمعہ کے بعد ہمارا چوتھا سالانہ اجتماع شروع ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ ان کے اس اجتماع میں برکت ڈالے اور کثرت کے ساتھ ان میں کامیاب داعی الی اللہ پیدا فرمائے یعنی سلطان نصیر عطا کرے

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن)

یاد رفتگاں

اک دیا اور بجھا

سرخ و سفید رنگ۔ گھنے گھنگھریالے بال۔ چوڑا مگر خوبصورت ماتھا روشن اور منور آنکھیں۔ موزوں مردانہ نقش مضبوط جسم۔ قد درمیانہ۔ گفتگو حکیمانہ انداز گفتگو شریفانہ۔ اخلاق کریمانہ۔ اور عادات مومنانہ۔ ان تمام خوبیوں کو جب یکجا کر دیا جائے تو جو وجود تخلیق ہوگا ہم اسکو سوائے خواجہ بشیر احمد کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے

آہ کیا انسان تھے محترم خواجہ صاحب جماعت احمدیہ برطانیہ کے سرگرم رکن امام مسجد فضل لندن کے معتبر مشیر نونہالان جماعت احمدیہ انگلستان کے مشفق اتالیق یاروں کے یار اور نفیس انسان جو مورخہ ۳۰ ستمبر ۹۵ء بروز ہفتہ بقضاء الٰہی ہم سے جدا ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مکرم خواجہ غلام نبی صاحب مرحوم کے پسر۔ مکرم خواجہ بشیر احمد صاحب ۱۴ اپریل ۱۹۲۱ء کو چکوال میں تولد ہوئے ابتدا سے ہی اپنے والد محترم کی نگرانی میں پلنے والا یہ بچہ رموز حیات سے واقف ہوتا جا رہا تھا روایت ہے کہ ان کے والد محترم تبلیغ احمدیت میں سرگرم رہتے تھے اور محترم خواجہ صاحب نے اپنے والد محترم سے ہی تبلیغ کے گر اور انداز گفتگو سیکھے۔ اور پھر جب وہ خود پروان چڑھے تو ان کا وہ گوہر نہاں اپنی چمک دمک کے ساتھ نمایاں ہوا پنجاب یونیورسٹی سے گریجویشن کے بعد اپنے والد محترم کے ساتھ تجارت میں ہاتھ بٹاتے رہے اور پھر تجارت شروع کی مگر شومئ قسمت سے ۴۳ ۴۷ء کے فسادات میں ان کی دکان لوٹ لی گئی اور پھر انہوں نے تعلیم کو ہی اپنا ذریعہ معاش بنایا ۵۷ء میں پوسٹ گریجویشن کے لئے انگلستان تشریف لائے اور کیمبرج یونیورسٹی سے سند حاصل کرنے کے بعد پاکستان آئل "لوئر ٹوپا" اور پھر "ملٹری اکیڈمی" میں تعلیم دیتے رہے مگر ملک خداداد کے بدلتے ہوئے ناگزیر حالات نے انہیں ۶۵ء میں مجبور کیا اور وہ پاکستان سے انگلستان منتقل ہو گئے اور لندن ہی کو اپنی رہائش کے لئے منتخب کیا۔

لندن میں منتقل ہونے کے بعد انہوں نے ۶۱ء میں اپنے اہل و عیال کو بھی بلا لیا۔ اور پھر ان کی ساری توجہ درس و تدریس میں بسر ہونے لگی، جماعت احمدیہ سے جو محبت تھی اس میں امام مسجد بشیر احمد صاحب رفیق جیسے خوش باش اور خوش پوش اور پھر چوہدری عبدالرحمٰن صاحب (مرحوم) جیسے علمی انسان کا میسر آنا ایک نعمت عظمیٰ تھا اور یہ انہی بزرگوں کی باہمی کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ نونہالان جماعت کے لئے سنڈے سکول کا انعقاد ہوا۔

اور پھر محترم امام صاحب مسجد فضل لندن کی نگرانی میں ان دو فرزانہ احباب نے جس محنت اور لگن سے بچوں کو دینی تعلیم دینی شروع کی اب وہ تاریخ احمدیت، انگلستان کا سنہری باب ہے اور سنڈے سکول کے تعلیم یافتہ بچے آج انتھک محنت کے ساتھ کاروان احمدیت کے ممد و مددگار ہیں

چوہدری عبدالرحمٰن صاحب کے انتقال کے بعد سنڈے سکول کا تمام تر بوجھ مکرم خواجہ صاحب کے کندھوں پر پڑا۔ اور جس جانفشانی اور مستقل مزاجی سے وہ اپنے اعزازی فرض کو نبھاتے رہے ۲۸ سالہ تاریخ اس پر شاہد ہے موسم بارانی ہو یا برفباری ہو رہی ہو۔ والدین اپنے بچوں کو "محمود ہال" لانے میں کوتاہی کر سکتے تھے مگر یہ ناممکن تھا کہ خواجہ صاحب ناغہ کریں اکثر انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار قدرے اونچے انداز میں کیا اور امام صاحب سے والدین کی "غفلت" کا ذکر کرتے رہے مگر اپنے طلباء کو نہایت شفقت اور پیار سے تعلیم دیتے رہے ان کی شفقت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ لندن کے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ نے انکی خدمات "ایسٹ لندن" کے سکول کے لئے حاصل کیں اس علاقہ کے سکولوں کے بارے میں یہ رائے برحق تھی کہ وہاں کے طلباء کسی ٹیچر کو ٹھہرنے نہیں دیتے۔ اور اگر شومئ قسمت سے کوئی غیر سفید فام "ٹیچر" وہاں بھجوا دیا جاتا تو اس بیچارے کو پڑھانا تو درکنار زندہ رہنا مشکل ہوتا عین ممکن ہے کہ ذمہ دار افراد کے ذہن میں یہ بات ہو کہ "خواجہ صاحب کو وہاں بھجوایا جائے تاکہ نہ نوکری رہے نہ ہمیں معذرت کرنا پڑے" مگر ان حضرات کی اس قسم کی تمام تجاویز الٹی پڑ گئیں جبکہ بفضلہ تعالیٰ خواجہ صاحب نے ان تمام بگڑے ہوئے طلباء کو دنیوی تعلیم دینا شروع کی بلکہ اپنی شفقت اور ہمدردی سے انکو اپنا گرویدہ بنا لیا اور وہ طلباء جو ناقابل اصلاح سمجھے جاتے تھے وہ نہ صرف اپنی علمی ترقی سے دوسرے سکولوں کو پیچھے چھوڑ گئے بلکہ اخلاق میں بھی ترقی ہوتی چلی گئی اور ان کا یہ استاد ان کا رہنما بن گیا اور ان کی زبان "سر احمد"! "سر احمد" کہتے ہوئے تھکتی نہ تھی اور ایک لمبا عرصہ کی خدمات کے بعد وہیں سے ریٹائر ہوئے اور ریٹائرمنٹ کے بعد بھی ان کے طلباء ان سے تعلق رکھتے رہے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد وہ مزید جوش و خروش سے جماعت کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ مارچ ۹۲ء میں ان پر دل کا دورہ (STROKE) پڑا اور وہ ذہنی طور پر بہت پریشان رہے اور آہستہ آہستہ خاموش ہوتے چلے گئے گفتگو کرنا بھی محال ہو گیا یہ سلسلہ ان کی وفات تک چلا ان کی اس سہ سالہ بیماری میں جس اخلاق اور محبت اور عنت سے انکی بیگم صاحبہ اور بچوں نے حق تیمار داری ادا کیا اس کی مثال نہیں ملتی یہ سلسلہ ان کی وفات تک چلا۔

خواجہ صاحب نے اپنی سوگوار بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہو اور صبر جمیل عطا فرمائے۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے محترم خواجہ صاحب کی نماز جنازہ ۳ اکتوبر ۹۵ء کو قبل از نماز ظہر پڑھائی اور پھر سوگوار قافلہ جسم خاکی کو "بروک وڈ" کے احمدیہ قبرستان میں بغرض تدفین لے گیا اور یوں آج سے چوہتر (۷۴) سال قبل چکوال میں پیدا ہونے والا بشیر احمد لندن کے قبرستان میں ابدی نیند سو گیا۔

اللہ تعالیٰ درجات بلند کرے اور اعلیٰ مقام فردوس عطا فرمائے آمین

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

(منصور احمد بی ٹی لندن)

رمضان المبارک صبر اور ہمدردی کا مہینہ

از مکرم سید قیام الدین صاحب برق مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

رمضان المبارک کے فیوض و برکات ان گنت ہیں جن کی نشاندہی قرآنی آیات اور فرامین نبویہ کر رہی ہیں خوش نصیب ہیں وہ صاحب ایمان حضرات جو کہ اپنی زندگی میں اس مقدس مہینہ کو پائیں اور ان فیوض و برکات سے اپنے دامن کو بھر لیں۔ پس حدیث شریف اور علماء ربانی کے گران قدر اسلامی لٹریچر سے یہ ثابت ہے کہ اس ماہِ مبارک کے ذاتی نام رمضان کے علاوہ کئی ایک صفاتی نام بھی ہیں اُن میں سے ایک نام شھر الصبر بھی ہے جس پر حضرت سلمان فارسیؓ کی روایت کی ہوئی ایک طویل حدیث کا یہ ٹکڑا شاہد ہے جس میں کہ آقاء دو جہاں سرور کائنات ؐ نے رمضان کے بارہ میں فرمایا:۔

ھو شھر الصبر ثوابہ الجنۃ
(مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:۔ وہ شھر الصبر (صبر کا مہینہ) ہے اور صبر کا ثواب تو بہشت ہی ہے۔

مفتی محمد عبدہ مصری صبر کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ تمام نیکیوں میں صبر سب سے بڑی اور بنیادی نیکی ہے گویا تمام نیکیوں کی ماں ہے اور کوئی نیکی ایسی نہیں جس میں اس کی ضرورت نہ ہو قرآن پاک میں اس کا ذکر ستّر مرتبہ آیا ہے اور اتنا ذکر کسی اور نیکی کا نہیں آیا۔ صبر سے مراد ثبات و استقلال اور برداشت کی وہ قوت ہے جس کی وجہ سے انسان ان تمام کلفتوں اور تکالیف کو بے حقیقت خیال کرتا ہے جو اسے صداقت کی حمایت اور نیکی کی اعانت میں پیش آتی ہیں۔
(تحریک تجدد مصری)

ماہ رمضان شھر الصبر ہے تو اس کے حقوق اور تقاضوں میں صبر کرنے کو بنیادی حیثیت حاصل ہونی چاہیئے۔ لہذا اس مہینہ میں ہمیں روزے میں بھوک پیاس کی شدت اور تراویح میں قیام کی تکلیف پر صبر کرنا چاہیئے۔ اسی طرح اگر کوئی مخالف گالی گلوچ پر اُتر آئے اور جھگڑے کرنے لگے تو بھی صبر سے کام لینا چاہیئے کیونکہ یہ جسمانی اور روحانی ریاضت کا مہینہ ہے صبر ہی اس ماہ میں مطلوب ہے اور صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے۔

حضرت ابو مسعود غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پورے ماہ رمضان میں فرماتا رہتا ہے۔ ”اے میرے بندو اور کنیزو! تم کو بشارت ہو صبر کرو اور ثابت قدمی دکھاؤ۔ قریب ہے کہ تمہاری تکلیف اور دکھ درد کو دور کر دوں اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا کروں“
(غنیۃ الطالبین) (یہ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے عالم اسلام میں بہت ہی معروف لٹریچر ہے قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اب حال ہی میں اس کا اُردو ترجمہ دہلی سے شائع ہو گیا ہے۔ ناقل)

جو لوگ اس صبر کے مہینہ میں بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں یعنی روزہ نہیں رکھتے یا روزہ رکھ کر غیبت اور بدگوئی کرتے پھرتے ہیں یا روزہ رکھ کر توڑ دیتے ہیں تو انہیں قدرت کی طرف سے معاف نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی سزا ملتی ہے اور وہ یہ کہ روزہ نہ رکھنے والوں کے لئے کھانے پینے میں سے برکت اُٹھالی جاتی ہے وہ کھاتے پیتے ہیں مگر بھوک اور پیاس کم نہیں ہوتی اسی طرح غیبت کرنے والوں کو روزے کی تکلیف زیادہ محسوس ہوتی ہے اور روزہ توڑ دینے والوں کو ایک کے بدلے میں لگاتار ساٹھ روزے رکھنے پڑتے ہیں اور یہ شرعی حکم ہے۔

جبکہ صبر کرنے والوں کے لئے اس مہینہ میں خدا کی طرف سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ پورے آداب کے ساتھ روزے رکھنے والا روزہ دار سارا دن کھائے پیئے بغیر گذار دیتا ہے لیکن پریشان نہیں ہوتا۔ حالانکہ روزہ کے بغیر انسان کافی مقدار میں کھانا ضائع کر جاتا ہے اور کافی پانی بھی پی جاتا ہے۔

صبر روزے کا دوسرا نام ہے اور صبر کرنے والوں کو بے شمار اجر دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ذکر ہے:۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○

ترجمہ:۔ یقیناً صبر کرنے والوں کو بے شمار اجر دیا جاتا ہے۔

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ اس آیت کی تفسیر بزرگوں کے قول کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں (مذکور الذکر بزرگ کے اور اُن کی تصانیف کے حضرت نور الدین اعظم خلیفۃ المسیح الاوّلؓ بہت زیادہ مداح تھے اور نہایت عقیدت کے ساتھ اُن کا اور اُن کی تصانیف کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ناقل) کہ یہاں صابروں سے مراد روزہ دار ہیں۔ کیونکہ صبر روزہ کا دوسرا نام ہے لہذا روزہ داروں کو بے حساب ثواب ملے گا۔ (عوارف المعارف) اسی طرح پانچویں صدی کے مجدد حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے بھی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ”احیاء علوم الدین“ میں اس آیت کا مصداق روزے داروں کو ٹھہرایا ہے۔

(سیرت نور الدینؓ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے پسندیدہ لٹریچر میں سے ایک یہ کتاب ”احیاء علوم الدین“ بھی ہوا کرتی تھی۔ جو اکثر آپ کے مطالعہ کے ٹیبل پر رہتی۔ ناقل)

مختصر یہ کہ یہ مہینہ صبر کا ہے اس میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیئے اگر ہم صبر کی ہمت دکھائیں گے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمیں مزید صبر کی توفیق عطا ہوگی اور کامیابی اور کامرانی آگے بڑھ کر ہمارے قدم چومے گی۔ تاریخ کے اوراق اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ قرونِ اُولیٰ کے مسلمان صبر کے ہر پیمانہ پر پورے اُترتے تھے۔ لہذا وہ کامیاب و کامران تھے جبکہ آج کے دور میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے مُریدین خاص کر ملک پاکستان میں دشمنان حق و صداقت کی بے پناہ ایذا رسانیوں کے باوجود قرونِ اولیٰ کے مقدس طائفہ مسلمانوں کے پاکیزہ اُسوہ و کردار کو اپناتے ہوئے مکمل طور پر صبر و رضا کے مجسم و پیکر بنے ہوئے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ سیرت کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ کس طرح مسلمانوں کو رمضان المبارک کے مہینہ میں ہی جنگ بدر کی لڑائی میں استقلال کے ساتھ صبر کے ساتھ کام لینا پڑا۔ ثابت قدمی کی آزمائش بدر کے میدان میں ہوئی اور عفو و تحمل کی آزمائش فتح مکہ کے روز ۱۹ ار رمضان ۸ھ کو پیش آئی مگر تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان ہر دو آزمائشوں میں پورے اُترے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

ہمدردی کا مہینہ:۔ رمضان کو شھر المواساۃ بھی کہا جاتا ہے اور شھر المواساۃ سے مراد غم خواری اور ہمدردی کا مہینہ ہے یہ نام رسول پاکؐ کی ایک حدیث سے ثابت ہے۔

ترجمہ:۔ رسول پاکؐ نے فرمایا رمضان شھر المواساۃ یعنی باہم ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے اور ایک ایسا مہینہ ہے کہ جس میں مومن کے رزق میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ جو شخص اس میں کسی روزے دار کا روزہ افطار کراتا ہے تو اس کے گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے اور آتش جہنم سے اس کی خلاصی ہو جاتی ہے جبکہ روزے دار کو روزے کا برابر ثواب ملتا ہے اور اس کے ثواب میں قطعاً کوئی کمی واقع

نہیں ہوتی۔ صحابہ کرامؓ کا بیان ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص کی تو یہ استطاعت نہیں کہ وہ کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا سکے اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے دیتا ہے جو دودھ کے ایک گھونٹ پر یا کھجور کے ایک دانہ پر یا ایک گھونٹ بھر پانی پلا کر ہی کسی کو روزہ افطار کرا دے اور جو شخص روزہ دار کو سیر کر کے کھانا پلائے تو اسے اللہ تعالیٰ حوضِ کوثر سے (ایسا آبِ کوثر) پلائیں گے کہ پھر اسے کبھی تشنگی محسوس نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ بہشت میں داخل ہو جائے گا۔"

(مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں رزق میں برکت ہوتی ہے اور اس رزق سے افطار کرانے میں بڑا ثواب ہے اور یہ ہمدردی کا ایک قابلِ تعریف عملی اظہار ہے۔ افطار کی طرح ہمیں سحری کے وقت بھی غریبوں اور مسکینوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔

روزہ رکھنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ہم میں بھوکے پیاسے لوگوں کے لئے ہمدردی کا احساس پیدا ہو جائے اور ہم عملی طور پر ان کی مدد کر کے خدا کے دیئے ہوئے رزق کا عملی شکر ادا کر سکیں۔ اس مہینے میں روزے رکھے جاتے ہیں اور جب امراء اور دولت مند لوگ روزے رکھتے ہیں تو انہیں بھوک پیاس کی شدت کا اندازہ ہوتا ہے اور ان کے دلوں میں بھوکے پیاسے انسانوں کی مدد کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اس لحاظ سے یہ مہینہ غم خواری اور ہمدردی کے پاکیزہ جذبات کو پروان چڑھانے کا موجب ہے۔

احادیثِ نبویہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ خود رمضان المبارک میں بہت زیادہ ہمدردی اور فیاضی سے کام لیتے تھے جیسا کہ یہ حدیث ہے۔ ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ پاکؐ (عام حالات میں بھی) لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے مگر ماہِ رمضان میں تو آپؐ بہت ہی زیادہ سخی اور فیاض ہو جایا کرتے تھے۔

(بحوالہ سنن نسائی۔ صحیح بخاری)

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ ہی کی ایک اور روایت یہ بتاتی ہے کہ:۔

"جب رمضان کا غم خواری کرنے والا مہینہ آتا تو حضور نبی پاکؐ جنگی قیدیوں کو رہائی عطا فرما دیا کرتے تھے اور بہت زیادہ خیرات کیا کرتے تھے۔"

(مشکوٰۃ شریف)

عشقِ رسولؐ اور اتباعِ سنت کا تقاضہ یہی ہے کہ ہم بھی اس مہینے میں خاص طور پر اپنی اپنی حیثیت کے مطابق زیادہ سے زیادہ خدمتِ خلق میں حصہ لیں اور محتاجوں اور ناداروں کی مدد کریں۔ روزے رکھوائیں اور افطار کرائیں۔ اگر ہمارے ملازم ہوں تو ملازموں کے کام کے بوجھ کو کم کر دیں کیونکہ وہ روزے کے باوجود کام کرتے ہیں۔ اس امر کی ترغیب ہمیں مندرجہ ذیل حدیث میں دی گئی ہے۔

مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْکِہٖ فِیْہِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَاَعْتَقَہٗ مِنَ النَّارِ۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:۔ جو شخص اپنے ماتحت ملازم کے کام میں اس مہینہ میں تخفیف کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے بخش دیں گے اور اُسے دوزخ سے آزاد کر دیں گے۔

غرض شہر المواساۃ کا تقاضہ یہ ہے کہ ہمدردی اور غم گساری ہمارا شیوہ ہونا چاہیئے اور یہ چیز عبادت میں داخل ہے۔ صحابہ کرامؓ اس نکتے سے بخوبی واقف تھے چنانچہ وہ بزرگ غم خواری کے مہینہ کے تقاضوں کو بڑے دلربا انداز میں پورا کیا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کے بارہ میں ایک روایت ملتی ہے کہ آپؓ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھے تھے کہ ایک مقروض شخص آیا اور قرض خواہ کے تقاضے اور اپنی مجبوری کا حالِ زار کہہ سنایا۔ حضرت ابن عباسؓ فوراً اٹھے اور قرض خواہ کے پاس جا کر مہلت دے دینے کی سفارش کی۔

اسلامی عبادات مثلاً روزہ، زکوٰۃ کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ ان میں ہمدردی کے پاکیزہ جذبہ کو جگہ دی گئی ہے اور وہ عبادات ازخود ہمدردی کے جذبات کو پیدا کرنے اور پروان چڑھانے کا ذریعہ بھی ہیں۔

منشائے قدرت بھی یہی ہے کہ انسان ایک دوسرے سے ہمدردی اور غم خواری کے ساتھ پیش آئے۔

بقول شاعر ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

نمازِ جنازہ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۹ دسمبر ۹۵ء کو قبل نماز ظہر مکرم خلیل ارتضیٰ علی صاحب آف ایسٹ لندن کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی اس کے ساتھ ہی مکرم محمد اکرم الشواء صاحب آف دمشق شام کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

● ۲۹ دسمبر بروز جمعہ بمقام مسجد فضل لندن حضور نے درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

۱۔ مکرم و محترم چوہدری محمد انور حسین صاحب (امیر ضلع شیخوپورہ)
۲۔ مکرم سید محمد احسن اسماعیل صدیقی صاحب (شاعر) گوجرہ
۳۔ " چوہدری منیر احمد خانصاحب سابق امیر ضلع گجرات
۴۔ مکرمہ سیدہ میمونہ بیگم صاحبہ والدہ مکرم سید عبد السلام باسط صاحب نائب امیر ضلع جہلم۔
۵۔ مکرمہ شریفہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم نذیر احمد صاحب مرکزی سیکرٹری مال کراچی جماعت۔
۶۔ " شریف بیگم صاحبہ والدہ راجہ غالب احمد صاحب (حضرت ملک برکت علی صاحب صحابی کی بیٹی اور مکرم خادم صاحب کی ہمشیرہ تھیں)
۷۔ مکرمہ ڈاکٹر امۃ المتین صاحبہ لاہور کینٹ۔
۸۔ مکرم کے محمد کنجو صاحب تیولکراہ کیرلہ (انڈیا)
۹۔ مکرمہ اہلیہ صاحبہ کے محمد کنجو صاحب " "
۱۰۔ مکرم ظفر عالم صاحب کانپور "
۱۱۔ " شیخ خالد رحمان صاحب ابن شیخ رفیق الرحمان صاحب آف کراچی)

دعائے مغفرت

○ محترمہ نجم النساء صاحبہ (سونگھڑہ) ۱۹؍۱۲؍۹۵ بروز جمعۃ المبارک شام ۶ بجے مولیٰ حقیقی سے جا ملیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحومہ شعائر اسلام کی پابند، مہمان نواز، غریب پرور اور کئی خوبیوں کی مالک تھیں۔ مرحومہ کی مغفرت بلندی درجات اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہونے کے لئے درخواست دعا ہے۔ (اعانت بدر ۵۰؍ روپے)

(شیخ ہارون رشید مبلغ سلسلہ بھدرک)

● مکرم میر احمد اشرف صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ حیدرآباد ۱۶ر جنوری ۹۶ء کو وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحوم لمبے عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے۔ ہارٹ۔ جگر وغیرہ کے مختلف امراض لاحق تھے۔ علاج کی خاطر حیدرآباد منتقل ہو گئے تھے۔ متعدد ہاسپٹلز میں داخل رہے۔

مرحوم تقریباً ۱۵ سال سیکرٹری مال رہے۔ اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بجٹ کے مطابق وصولی چندہ پر اظہار خوشنودی فرمایا۔ مرکزی کارکنان کے ساتھ مکمل تعاون فرماتے۔ جماعتی کاموں میں دلچسپی سے حصہ لیکر خوش ہوتے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کا حافظ و ناصر ہو۔

(محمد صادق صدر جماعت)

رمضان شریف کے چند اہم مسائل

از مکرم مولوی سعادت اللہ صاحب مبلغ سلسلہ اٹارسی

روزہ پانچ ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے جس کی فرضیت قرآن کریم نے نہایت واضح الفاظ میں بیان کی۔

اس ماہ کی عظمت رسولِ مقبولؐ کے ارشادات سے بھی ثابت ہے کہ اذا دخل رمضان فتحت ابواب الجنۃ وغلقت ابواب جہنم کہ رمضان شروع ہونے ہی جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔ اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔

رمضان کے روزے ہر عاقل بالغ صحت مند مسلمان پر رکھنا فرض ہے۔ روزے کی صورت یہ ہے کہ پو پھٹنے سے لے کر سورج غروب ہونے تک انسان نہ ہی کوئی چیز کھائے اور نہ ہی پیئے اور نہ ہی مخصوص تعلقات کی طرف رجوع کرے جو مسافر یا بیمار ہے وہ روزے نہ رکھے بلکہ اور دنوں میں پورے کرے آنحضرتؐ نے فرمایا تسحروا فان فی السحور برکۃ یعنی سحری کیا کرو کیونکہ سحری کے نتیجہ میں روحانی اور جسمانی لحاظ سے کئی قسم کی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ لایزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر یعنی جب تک لوگ سورج غروب ہوتے ہی جلد افطار کرتے ہیں اس وقت تک وہ خیر میں رہتے ہیں۔ گویا روزہ افطار کرنے کے لئے تاکیدی حکم ہے سورج غروب ہوتے ہی روزہ افطار کر لیا جائے حاملہ، مرضعہ (دودھ پلانے والیاں) پیر فرتوت جس کے اعضاء مضمحل ہو چکے ہوں کو روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔ بلکہ بعد میں مکمل کریں یا ایک مسکین کو کھانا بطور فدیہ ادا کریں۔ اگر روزے کی حالت میں بھول کر کوئی چیز کھا لی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا بلکہ روزہ پورا کر لیا جائے بلکہ شرط بھول کی ہے۔ جیسا کہ نبی کریمؐ نے فرمایا قال اذا نسی فاکل و شرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جب روزہ دار بھول چوک کر کھا لے تو ایسے شخص کو چاہیئے کہ روزہ مکمل کرے کیونکہ اس کو خدا نے کھلایا پلایا ہے۔

روزے کی حالت میں مسواک کرنا، غسل کرنا، آئینہ دیکھنا سر اور بدن میں تیل لگانا حجامت کرانا سرمہ لگانا، خوشبو سونگھنا اپنی اہلیہ کا بوسہ لینا جائز ہے۔

رمضان کے مہینے میں اپنی اہلیہ کے پاس رات کو جانا جائز ہے حیض اور نفاس والی عورتیں رمضان کے روزے جو چھوٹ گئے ہیں بعد میں پورا کریں۔

آنحضرتؐ نے روزے کے اغراض میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ کہ جو شخص جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتا تو خدا کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے یعنی روزے کا اصل مقصد ہر قسم کے لغویات سے پرہیز کرنا ہے چھوٹی عمر کے بچوں کو روزہ نہیں رکھوانا چاہیئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا:۔

"شریعت میں چھوٹی عمر کے بچوں کو روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ لیکن بلوغت کے قریب انہیں کچھ روزے رکھنے کی مشق ضرور کروانی چاہیئے مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے ۱۲ یا ۱۳ سال کی عمر میں روزہ رکھنے کی اجازت دی تھی۔" (تفسیر کبیر سورۃ البقرہ صفحہ ۳۸۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔ اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ وَاِنِ امْرُءٌ قَاتَلَهٗ اَوْ شَاتَمَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ۔ یعنی روزہ بطور سپر و ڈھال کے ہے اس میں نہ کوئی ناپسندیدہ بات کی جائے اور نہ جہالت کی جائے اور اگر کوئی آدمی لڑائی کرے یا گالی دے تو اسے دو مرتبہ جواب دے کہ میں نے روزہ رکھا ہے۔

رمضان المبارک میں قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کی جائے اس طرح رمضان میں خود روزہ رکھنے کی طرح دوسرے روزہ دار کا روزہ افطار کرانے میں بھی بہت برکت اور ثواب ہے جیسے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ یعنی جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کروایا تو اس کے لئے بھی روزے دار کے برابر اجر و ثواب ہے۔

رمضان المبارک میں اہم عبادت نماز تراویح ہے یہ نماز یا تو رات کے آخری حصہ میں اور نماز فجر سے قبل ادا کی جائے یا عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں امام کے پیچھے نماز ادا کی جائے۔ اس میں اختلاف ہے کتنی رکعت تراویح کی پڑھی جائیں۔ لیکن بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے حدیث مروی ہے کہ آنحضرتؐ رمضان اور غیر رمضان میں ۸ نوافل ۳ وتر سے زیادہ کبھی نہیں پڑھا کرتے تھے مسلم میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

رمضان المبارک میں کثرت سے دعائیں کرنا چاہیئے کیونکہ یہ وہ بابرکت ایام ہیں جن میں خدا تعالیٰ اپنے روزے دار کی دعائیں جلد قبول کرتا ہے دعا کی قبولیت کے سات اصول ہیں۔

(۱):۔ جس مقصد کے لئے دعا کی جائے وہ نیک ہو (۲):۔ دعا ایسی ہو کہ اس کے نتیجہ میں خدا کے دوسرے بندوں کا فائدہ ہو کم از کم نقصان نہ ہو اور اسکے قبول کرنے سے خدا کی حمد ثابت ہوتی ہو اور اس پر کسی قسم کا الزام نہ آتا ہو۔

(۳):۔ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کو جنبش دی گئی ہو اور اس دعا کے قبول کرنے سے اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت ظاہر ہوتی ہو۔

(۴):۔ دعا کرتے وقت ظاہری ذرائع کو نظر انداز نہ کر دیا گیا ہو جو صحیح نتائج پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تجویز کئے ہیں۔

(۵):۔ دعا کرنے والا دوسروں سے بخشش کا معاملہ کرتا ہو اپنے حقوق طلب کرنے میں سختی سے کام نہ لیتا ہو۔

(۶):۔ دعا کرنے والا خدا سے کامل تعلق پیدا کرے شرک و مشرکانہ خیالات سے کلی طور پر پاک ہو۔

(۷):۔ وہ خدا کا ہو چکا ہو اور اس کا کامل توکل اسے حاصل ہو وہ اس مقام پر پہنچ جائے کہ خواہ کچھ ہو جائے یا تکلیف آ جائے مانگوں گا تو خدا سے ہی مانگوں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ بڑا کریم ہے اس کی کریمی کا بڑا گہرا سمندر ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا اور جس کو تلاش کرنے والا کبھی محروم نہیں رہا اس لئے تم کو چاہیئے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگو اور اس کے فضل کو طلب کرو دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کے قدرت کے عین مطابق ہے مثلاً عام طور پر ہم دیکھتے ہیں جب بچہ روتا دھوتا ہے اضطراب ظاہر کرتا ہے تو ماں کس قدر بے قرار ہو کر اس کو دودھ دیتی ہے الوہیت اور عبودیت میں اسی قسم کا ایک تعلق ہے جس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا جب انسان خدا تعالیٰ کے دروازے پر گر پڑتا ہے اور نہایت عاجزی خشوع اور خضوع کے ساتھ اس کے حضور اپنی حالت کو پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے تو الوہیت کا

کرم جوش میں آتا ہے اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم کا دروازہ ایک گریہ کو چاہتا ہے اس لئے اس کے حضور ایک رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہیئے۔"

(ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۳۵۱ تا ۳۵۲)

"نماز خواہ مخواہ کا ٹیکس نہیں ہے بلکہ عبودیت کو ربوبیت سے ایک ابدی تعلق اور کشش ہے اس تعلق کو قائم رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے نماز بنائی ہے اور اس میں ایک لذت رکھ دی ہے جس سے یہ تعلق قائم رہتا ہے جیسے لڑکے اور لڑکی کی شادی ہو تو اگر ان کے ملاپ میں ایک لذت نہ ہو تو فساد ہوتا ہے ویسے ہی نماز میں لذت نہ ہو تو رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔

دروازہ بند کر کے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ رشتہ قائم رہے اور لذت پیدا ہو جو تعلق عبودیت اور ربوبیت سے ہے وہ بہت گہرا اور انوار سے پُر ہے جس کی تفصیل نہیں ہو سکتی جب وہ نہیں ہے تب تک انسان بہائم ہے۔ اگر دو چار دفعہ بھی لذت محسوس ہو جائے تو اس چاشنی کا حصہ مل گیا لیکن جسے دو چار دفعہ بھی نہ ملا وہ اندھا ہے۔"

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۱۷۲)

نماز میں سورہ فاتحہ کی دعا نہایت مؤثر ہے کبھی بے ذوقی اور بے مزگی ہو اس عمل کو جاری رکھنا چاہیئے یعنی کبھی تکرار آیت ایاک نعبد و ایاک نستعین اور کبھی تکرار آیت اھدنا الصراط المستقیم کا اور سجدہ میں یا حیی یا قیوم برحمتک استغیث زندگی کا ذرا اعتبار نہیں اور دنیا کی خواب گاہ نہایت دھوکا دینے والی چیز ہے رات کو دعا کرو صبح کو دعا کرو جنگل میں جا کر دعا کرو اللہ تعالیٰ نفس امارہ سے آزادی بخشے جہاں تک ہو سکے گریہ و زاری کی عادت ڈالو کہ رونے والوں پر اس کو رحم آتا ہے۔ کوشش کرو کہ خدا تعالیٰ کے روبرو صاف و پاک ہو جاؤ جیسے قرآن کریم کی ہدایات ہے اس کا منشاء ہے۔ کاہلی کوئی چیز نہیں اور بے مجاہدہ کوئی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔

(مکتوب بنام حضرت مولوی محمد احسن صاحب)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:-

"رمضان المبارک کی برکات سے فائدہ اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ اس مہینے کی عبادتوں کو استقلال بخشیں اس مہینے میں جو برکتیں پائی جاتی ہیں ان کو دوام عطا کریں جن مصیبتوں سے نجات پائی جاتی ہے تو پھر دوبارہ ان بندھنوں میں نہ جکڑے جائیں ان گندگیوں کی طرف منہ نہ کریں جن گندگیوں سے رمضان شریف نے آپ کو نجات دلائی ہے اس موقعہ پر رمضان المبارک ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے دروازے کھولنے کے لئے آیا ہے کہ پہلے بھی خدا دعائیں سنا کرتا تھا لیکن اب تو اور بھی قریب آگیا ہے وہ تم پر رحمت کے ساتھ جھک رہا ہے۔ دعائیں سننے کے سارے دروازے کھل چکے ہیں تمہاری ہر آہ و پکار آسمان تک پہنچے گی کوئی ایسی آواز نہیں جو تمہارے دل سے اٹھے اور اللہ کے عرش کو ہلا نہ رہی ہو پس رمضان شریف رحمتوں کا پیغام لے کر آیا ہے......

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ پیاری آواز ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے کہ جس کی زندگی میں یہ مہینہ داخل ہو جائے گا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے اس پر کھولتا چلا جائے گا پس اس مہینے کو اپنی زندگی میں داخل کر لیں خود اس مہینے میں داخل ہو جائیں کیونکہ اس سے بہتر امن کی کوئی اور جگہ نہیں۔"

ضروری اعلان

احباب جماعت کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مکرم ٹی۔ خالد صاحب آف چیلہ کرہ حال پتھ پریم صوبہ کیرالہ کو ان کی نازیبا حرکت کی بناء پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اخراج از نظام جماعت کی سزا دی ہے۔

(ناظر امور عامہ قادیان)

شکریہ احباب اور درخواست دُعا

میرے بڑے بیٹے اور سلسلہ کے خادم عزیز مولانا حمید الدین شمس مرحوم سابق مبلغ انچارج بنگال و آسام کی اندوہناک وفات پر احباب جماعت مرد و زن نے اندرون ملک اور غیر ممالک سے سینکڑوں خطوط ٹیلیگرام۔ ٹیلیفون کے ذریعہ تعزیت کا اظہار کیا ہے۔

تمام احباب کی خدمت میں فرداً فرداً جواب دینے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اخبار بدر کے ذریعہ میں آپ تمام کے خلوص و ہمدردی کا شکر گزار ہوں۔ اور دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے قرب میں اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ نیز مرحوم کے پسماندگان بیوہ بچوں کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے اور بچوں کو اپنے والد مرحوم کی نیک صفات پر چلنے والا بنائے اور ان کا خود کفیل ہو۔

(محمد دین درویش و رشیدہ بیگم والدین عزیز مولانا حمید الدین شمس مرحوم)

رُباعی

بر وفات مکرم شری امیر احمد صاحب سابق مؤذن مسجد مبارک قادیان

اک مؤذن خوش گلو تھا آج وہ خاموش ہے
بزم درویشاں سے اُٹھ کر ہو گیا روپوش ہے
وہ اکیلی جان اب۔ آغوش ہے ہم آغوش ہے
لحد میں امیر احمد خواب خرگوش ہے

(خورشید پربھاکر قادیان)

اعلانات نکاح و تقریب شادی

★ مکرم سیٹھ محمد سبحان حسن صاحب ابن مکرم سیٹھ محمد الیاس صاحب آف حیدر آباد کا نکاح عزیزہ ثروت فرحانہ بنت مکرم سید اکرام احمد صاحب مرحوم دہلی کے ساتھ مبلغ ۵۰۰۰/- روپے حق مہر پر ۱۳/۱۲/۹۵ کو محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان نے بعد نماز عصر مسجد مبارک میں پڑھا۔ (مینیجر بدر)

★ مکرم مولوی غلام نبی صاحب نیاز انچارج مبلغ سلسلہ احمدیہ سرینگر کشمیر نے ۱۸/۶/۹۵ کو عزیز داؤد احمد شاد ابن مکرم مبارک احمد صاحب ظفر ناصر آباد کشمیر کے نکاح کا عزیزہ سیلو فرحان بنت مکرم محمد امین صاحب گوہر ایڈوکیٹ ناصر آباد کشمیر کے ساتھ مبلغ تیس ہزار روپے حق مہر پر اعلان فرمایا۔ اسی روز رخصتی بھی عمل میں آئی۔ (اعانت بدر ۱۰۰/- روپے)

(محمد یوسف انور مدرس مدرسہ احمدیہ)

احباب سے ان ہر دو رشتوں کے بابرکت اور مثمر بہ ثمرات حسنہ ہونے کے لئے درخواست دعا ہے۔ (ادارہ)

اداریہ ...... بقیہ صفحہ (۲)

کوئی لڑکی کسی لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی یا کوئی لڑکا کسی لڑکی کو بھگا کر لے گیا۔ اور ان عمومی واقعات پر عام طور پر اتنا دھیان بھی نہیں دیا جاتا۔ لیکن قادیان کے بعض شرارتی عنصر نے تعصب اور تنگ نظری سے اس واقعہ کو نہ صرف فرقہ وارانہ نفرت کو اُبھارنے کے لئے استعمال کیا بلکہ جھوٹے طور پر نہایت ظلم کے ساتھ جماعت کی بعض بزرگ ہستیوں کے متعلق بھی الزام تراشی کی کہ گویا انہوں نے نیلم کماری کو زبردستی مسلمان بنایا۔ اور اس سے مسلمان لڑکے کی شادی کروائی۔ جماعت کی سو سالہ تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ جماعت نہ تو کسی کو زبردستی مسلمان بنانے میں یقین رکھتی ہے اور نہ ہی زبردستی کسی کی شادی کرانا جماعت کا طریق ہے۔ اگرچہ اس مذکورہ واقعہ کا مقدمہ عدالت میں جاری ہے لیکن ہمارا مقدمہ دراصل اللہ کی عدالت میں ہے جو انشاء اللہ اس واقعہ کی اصل حقیقت سب پر آشکار فرمائے گا۔

حالیہ خبر جو اس اخبار میں شائع ہوئی ہے دراصل اُنہی پُرانے واقعات کی کڑی معلوم ہوتی ہے جس طرح پہلے بزرگانِ جماعت کو بدنام کیا گیا اسی طرح اس خبر میں بھی بعض بزرگوں کا نام لے کر ان کی شادیوں کا ذکر کر کے ان کی نجی زندگی کو اخبار میں اُچھال کر ان کی سخت توہین کی گئی ہے حالانکہ یہ باتیں نہ صرف حقیقت الامر کے خلاف ہیں بلکہ توڑ مروڑ کر پیش کی گئی ہیں جو کہ قابلِ مذمت ہے۔ اسلام تو مجبوری سے ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دیتا ہے۔ اسی طرح جس شخص کی پہلی بیوی فوت ہو جائے پھر اگر وہ دوسری شادی کرے تو اس میں کسی شریف آدمی کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ حال ہی میں ۱۹۷۵ء میں ہندوستان میں قوانین کی حالت و حیثیت کے بارہ میں حکومتی سطح پر قائم ایک کمیٹی کی رپورٹ میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے میں ہندو، مسلمانوں سے بہت آگے ہیں۔

رپورٹ کے مطابق ۱۹۲۱-۴۱ء کی مردم شماری میں ایک سے زیادہ شادیاں کرنے والے ہندوؤں کا اوسط ۶.۸ فی صد اور مسلمانوں کا ۳.۱ فیصد تھا۔ ۱۹۴۱-۵۱ء کی مردم شماری میں ہندوؤں میں یہ اوسط ۷.۲ فیصد ہو گیا جبکہ مسلمانوں کا اوسط ۷ فیصد تھا۔ ۱۹۵۱-۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق ایک سے زیادہ شادی کرنے والے ہندوؤں کا اوسط ۵.۱ فیصد تھا اور مسلمانوں میں ۴.۲ فیصد تھا۔ (آزاد ہند کلکتہ ۱۵ / جون ۱۹۹۳ء)

بالآخر ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایسے لوگ جو اس طرح کی جھوٹی خبریں اُچھالتے ہیں اور اس طریق سے قوموں میں تفریق اور نفرت کے بیج بکھیرتے ہیں ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ انصاف پسند اور شریف لوگ ان کی شرارت آمیز باتوں کی طرف توجہ کریں۔ انصاف پسندوں کو ہماری دعوت ہے کہ احمدیت کی سو سالہ تاریخ ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ وہ جب چاہیں آئیں اور حق کی جستجو کریں۔ وہ یقیناً ان لوگوں کو جھوٹا اور شرپسند پائیں گے۔

(منیر احمد خادم)

خصوصی پیغام برائے مجالس انصار اللہ بھارت

از طرف مولانا حکیم محمد دین صاحب صدر مجلس انصار اللہ بھارت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو الناصر

بخدمت برادران اراکین مجلس انصار اللہ بھارت!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

الحمد للہ کہ رمضان کا مبارک مہینہ ایک مرتبہ پھر ہماری زندگیوں میں اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آچکا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی دعاؤں اور روزوں کو اپنے فضل سے درجہ قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

رمضان کا مبارک مہینہ جہاں ہمیں اور بہت سے قیمتی اسباق دیتا ہے ان میں سے ایک انفاق فی سبیل اللہ اور خدا کی راہ میں بے دریغ خرچ کرنا بھی ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تعمیر دفتر مجلس انصار اللہ بھارت کی منظوری عطا فرما دی ہے۔ اور جلسہ سالانہ ۹۵ء کے موقعہ پر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی اپنے دستِ مبارک سے اس کا سنگِ بنیاد رکھ چکے ہیں۔

تمام اراکین کو خاکسار کا یہ پیغام پہنچا دیں اور ان سے تعمیر دفتر کے چندہ کی خصوصی تحریک فرمائیں تاکہ بروقت یہ تعمیر مکمل ہو سکے۔ سیدنا حضور انور کے ارشاد کی روشنی میں تمام اخراجات کی ذمہ داری اراکین مجلس انصار اللہ بھارت پر ہے۔ مرکزی فنڈ سے اس سلسلہ میں کوئی امداد نہیں ملے گی۔ اس لحاظ سے ہم سب کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے اور ہم سب نے مل کر یہ خرچ پورا کرنا ہے۔ کُل تخمینہ اخراجات پندرہ لاکھ روپے ہے جس میں سے اب تک بمشکل تین لاکھ روپے اکٹھے ہو چکے ہیں اور ابھی بہت وصولی باقی ہے۔ آپ اپنی مجلس میں مخیّر اور ذی ثروت احباب کو اس طرف خصوصی توجہ دلائیں۔ اسی طرح تمام اراکین میں تحریک کریں کہ سارے بڑھ چڑھ کر اس تاریخی خدمت کی سعادت حاصل کریں۔

یہ کوشش کی جائے کہ ہر بھائی کم از کم ایک ہزار روپے ضرور ادا کرے جو کہ ایک سال کے عرصہ میں ادا ہو۔ اسی طرح مخیّر بھائیوں سے پانچ پانچ ہزار یا دس دس ہزار ان کی حیثیت کے مطابق لیا جائے۔ اسی طرح جو بھائی ایک کمرہ کی تعمیر کی استطاعت رکھتے ہوں اُن سے کم از کم پچاس ہزار روپے وصول فرمائیں۔ اس تعلق میں اپنی مجلس میں ایک کمیٹی بنائیں اور کسی باصلاحیت رکن کو اس کا صدر بنا کر اُن کے سپرد یہ کام کریں اور یہ کمیٹی ہر ہفتہ اپنی میٹنگ کر کے کام کا جائزہ لے۔ سال ۹۶ء میں اس تعلق میں ہنگامی سطح پر کام کرنا ہوگا۔ اللہ آپ سب کو مقبول خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ فقط والسلام

آپ کا بھائی محتاج تعاون اور دعاء۔
حکیم محمد دین
صدر مجلس انصار اللہ بھارت

طالبِ دعا:۔ محبوب عالم ابن محترم حافظ عبد المنان صاحب مرحوم

M/s NISHA LEATHER

SPECIALIST IN LEATHER BELTS, LEATHER LADIES AND GENTS BAG, JACKETS, WALLETS ETC.

19 A, JAWAHAR LAL NAHRU ROAD
CALCUTTA - 700081.

PHONE - 543105

Star ★ CHAPPALS

WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS

105/661, OPP. BLOCK NO. 7 FAHIMABAD COLONY.
KANPUR-1 PIN. 208001.

C.K.ALAVI   RABWAH WOOD INDUSTRIES

MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339.
(KERALA)

TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE.

PHONE :- 26-3287.

PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR & MARUTI
P. 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA - 700072.

نماز پڑھنے کے جرم میں، پولیس کی موجودگی میں احمدی مسلمانوں پر حملے

ایبٹ آباد میں تحفظ ختم نبوت کے مولویوں کی طرف سے مسلمانوں پر تشدد کے واقعات میں اضافہ

(پریس ڈیسک) : پاکستان میں تازہ ترین اطلاعات کے مطابق ایبٹ آباد اور مانسہرہ کے علاقوں میں احمدیت کی شدید مخالفت جاری ہے۔ ایبٹ آباد میں جمعہ کی نماز کے وقت علاقہ کی مجلس ختم نبوت کا صدر وقار گل جدون آٹھ دس بدمعاشوں کو لے کر اس تاک میں رہتا ہے کہ احمدی جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر باہر نکلیں تو ان کو مارا پیٹا جائے۔ ۵ جنوری ۱۹۹۶ء کو وہ چار بجے تک مسجد کے باہر گھومتے رہے جبکہ جمعہ کی نماز ۲ بجے ختم ہو چکی تھی۔ ان کے وہاں سے جانے کے بعد احمدی اپنے گھروں کو گئے۔

وقار گل جدون نے احمدی گھروں میں جاکر انفرادی طور پر دھمکیاں دیں اور کہا کہ میں نے موضع دانہ میں احمدی قبروں کے کتبے توڑے تھے۔ اب میں مزید کاروائی کرنے والا ہوں۔ آپ کو خبردار کرنے آیا ہوں۔

ان سارے واقعات کی پولیس میں اطلاع کی گئی اور جمعہ ۱۲ جنوری کو پولیس نے صبح سویرے ہی ۷۷ تنولی ہاؤس ایبٹ آباد کو (جہاں احمدی مسلمان نماز جمعہ ادا کرتے ہیں) گھیرے میں لے لیا۔ پولیس کی سرکردگی اے۔ ایس۔ آئی شمشروز خان کر رہا تھا۔ جمعہ کی نماز کے اختتام پر دو بجے بعد دوپہر پولیس والوں نے احمدیوں سے کہا کہ سوا دو بجے سے پہلے مسجد خالی کر دو۔ اکثر احمدی پیدل تھے۔ جب وہ قریبی چوک میں پہنچے تو ۴۰، ۵۰ افراد نے جو بندوقوں اور پستولوں سے مسلح ان کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے ان کو گھیرے میں لے لیا اور مارنا شروع کر دیا۔ مکرم محمد احمد بھٹی صاحب جو صدر جماعت ہیں اور دل کے مریض بھی ہیں ان کو بھی خوب مارا۔ اسی طرح ایک نومبایع احمدی نوجوان شوکت نامی کو ڈنڈوں سے اتنا مارا کہ اس کے ناک اور منہ سے خون جاری ہوگیا۔ یہ سارے واقعات پولیس کی موجودگی بلکہ نگرانی میں ہو رہے تھے۔ اے۔ ایس۔ آئی شمشروز خان وہاں موجود تھا اور لوگوں کو مارنے پر اکسا رہا تھا۔ اور کئی دفعہ کہتا سنا گیا کہ ان کو گولی نہ مارو بلکہ پستول کے بٹ سے مارو۔

کافی دیر کے بعد پولیس نے احمدیوں کو چھڑایا اور کہا کہ بھاگ جاؤ۔ اس طرح احمدی مختلف سمتوں کو چلے گئے۔ چند احباب جن میں مربی سلسلہ اصغر علی صاحب بھی تھے لنک روڈ سے ہوتے ہوئے مین روڈ ایبٹ آباد میں آگئے۔ ان کے ساتھ چار خدام تھے کہ یکایک وقار گل جدون اور اس کا ساتھی مجاہد شاہ وہاں آن پہنچا ——— اور ایک خادم محبوب احمد کے سر پر پتھر مار کر اس کا سر پھوڑ دیا۔ جب دیگر احمدی نوجوان اس کو چھڑانے کی غرض سے آگے بڑھے تو وقار گل نے مربی صاحب پر پستول سے دو فائر کر دیئے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے معجزانہ طور پر ان کی حفاظت فرمائی۔ اسی اثنا میں حملہ آور مکرم ابرار احمد صاحب قائد خدام الاحمدیہ کو کلاشنکوف دکھا کر اغوا کرکے گاڑی میں بٹھا کر جنگل کی طرف لے گئے۔ وہاں ان پر تشدد کیا گیا اور کہا کہ کلمہ پڑھو۔ ابرار احمد درود شریف کا ورد کرتے رہے۔ اس اثناء میں انہوں نے ابرار احمد صاحب کے سر پر کلاشنکوف کی نالی جمائے رکھی اور کہا کہ ہم تمہیں آج نہیں چھوڑیں گے۔ اسی دوران وہاں ایک پٹھان آن نکلا اور کہا کہ اس کو کیوں مارتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا یہ مرزائی ہے اور اس نے نماز پڑھی ہے۔ پٹھان نے لعنت ملامت کی اور کہا کہ کوئی گناہ تو نہیں کیا جس پر وہ قائد صاحب کو چھوڑ کر وہاں سے بھاگ گئے۔

جمعہ کی رات کو ختم نبوت کے لوگوں نے چوک میں ٹریفک بلاک کر دی اور جلسہ کیا۔ ساتھ ہی قریبی مسجد سے اعلان ہوتے رہے کہ ایبٹ آباد میں احمدیوں نے اذان بھی دی ہے اور نماز بھی پڑھی ہے اور مطالبہ کیا کہ احمدیوں کو گرفتار کیا جائے۔

صدر جماعت محمد احمد بھٹی صاحب پولیس میں رپورٹ درج کرانے پہنچے تو پولیس نے رپورٹ درج کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ الٹا ان خدام کو جو زخمیوں کی خیریت دریافت کرنے گئے گرفتار کر لیا گیا۔ اس طرح جب زخمی محبوب احمد کو ہسپتال لے جایا گیا تو اے ایس آئی پولیس نے سراسر جھوٹا بیان دیا کہ راستے میں گاڑی کا دروازہ اس کے سر کو لگا ہے جس سے چوٹ آئی ہے۔ اس طرح صحیح میڈیکل رپورٹ بھی درج نہیں کرنے دی گئی۔

آخری اطلاعات کے مطابق مخالفین روزانہ جلوس نکال رہے ہیں اور سارے علاقہ میں احمدی مسلمانوں کے خلاف اقدامات کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ تھانہ کے انچارج نے احمدیوں کو حکم دیا ہے کہ احمدی نماز کے لئے جمع نہ ہوں اور کوئی احمدی اس علاقہ میں نہ آئے۔

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اپنے پاکستانی احمدی بھائیوں کو جو اس وقت مختلف قسم کے ظلم وستم کا نشانہ بن رہے ہیں رمضان المبارک کی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ان کو دشمن کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔

(بشکریہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن ۲۶ جنوری ۱۹۹۶ء)

کتابیں پڑھنے کے بعد لائبریری بھیج دیا کریں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فرمایا تھا :-

" افراد سے میں کہوں گا کہ آپ اپنی زندگی میں بہت سی کتب ایسی بھی خریدتے ہیں کہ جب پڑھ لیتے ہیں تو ان میں آپ کو کوئی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ پس ایسے دوستوں کو سوچنا چاہیئے کہ ایسی کتاب میں ایک ہزار دوسرے آدمیوں کو دلچسپی ہو سکتی ہے۔ اس واسطے وہ کتب لائبریری میں بھیج دیں۔"

اگر ہماری ساری جماعت اس طرف توجہ کرے تو مرکزی لائبریری قادیان میں ہر مضمون کی کتب بآسانی جمع ہو سکتی ہیں۔ کئی دوست بعض قیمتی کتب خرید کر استفادہ کر لیتے ہیں۔ لیکن ان کو سنبھالنے اور محفوظ کرنے کا ان کے پاس کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ یا بعض دوستوں کے پاس قیمتی اور نادر کتب کا ایسا خزانہ ہوتا ہے جس کو ان کی اگلی نسل سنبھالنے کی اہل نہیں ہوتی۔ ان تمام صورتوں میں مرکزی لائبریری میں ان تمام کتب کو جمع کروا دینا ایک مستقل صدقہ جاریہ کا رنگ رکھتا ہے۔ احباب جماعت اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔

ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان

درخواست دعا

محترم مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر دعوۃ وتبلیغ قادیان جنوری کے شروع سے ہی بوجہ بخار بیمار چلے آرہے ہیں۔ بعد ٹیسٹ ڈاکٹروں نے T.B. تشخیص کی ہے۔ علاج جاری ہے پہلے سے افاقہ ہے لیکن کمزوری بہت زیادہ ہے۔

محترم موصوف کی شفائے کاملہ عاجلہ اور درازئ عمر نیز خدمت سلسلہ کی زیادہ سے زیادہ توفیق پانے کے لئے درخواست دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا خاص فضل فرمائے۔ آمین۔

(ادارہ)

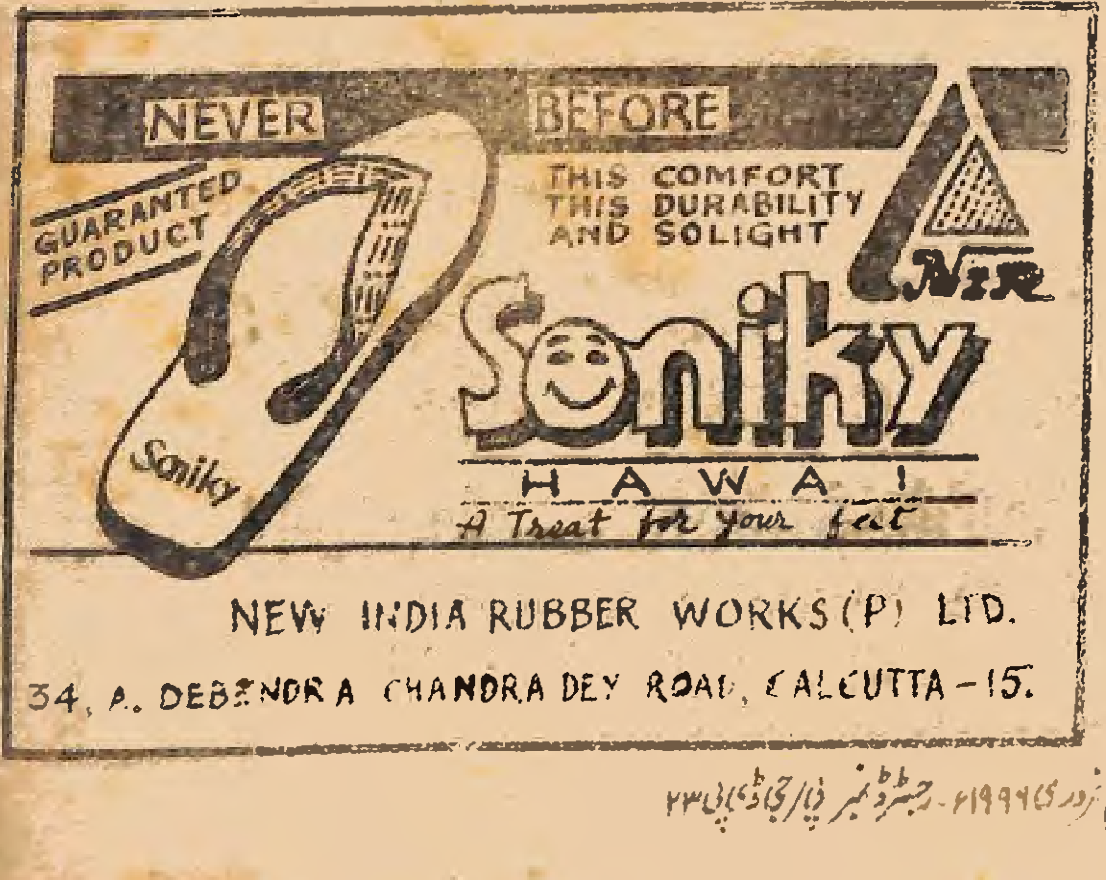

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز
الرحیم
جیولرز
پروپرائیٹر :- سید شوکت علی اینڈ سنز
پتہ :- خورشید کلاتھ مارکیٹ حیدری نارتھ ناظم آباد۔ کراچی۔ فون :- ۶۲۹۴۴۳